

مسلمانوں نے ہندوستان آکر کیا دیکھا

کیا لیا؟ کیا دیا؟

کیا پایا؟ اور کیا کھویا؟

علامہ اقبال کے نظریات تاریخ کے کھلے اوراق اور آیات قرآنی

محمد جمیل الدین صدیقی (سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ) (ریٹائرڈ)
اے پی حیدرآباد

23.1.525 . منور کا پیچ
رحمٰن اسلامک پبلشرز نزد کوٹلہ عالیجاہ بی بی بازار حیدرآباد
اے پی ۔ انڈیا ۔

۱.۰ سہ
۱.۰ سہ
ایک ہزار
1000

دائرۃ الکٹرک پریس چھتہ بازار حیدرآباد ۲

انتساب



میں اس کتاب کو آفتاب رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے درخشاں

مذہب اسلام کے اُن مذہبی وسیاسی اصولوں کے نام

معنون کرتا ہوں جو دن کو آفتاب کی کرنیں بن کر روشنی بخشتے اور
رات کو بدر کامل بن کر فضا کو نور سے نوازتے ہیں۔ جن
اصولوں پر چل کر مسلمان فاتح دنیا و دین بنے اور
جنھیں چھوڑ کر اور سیاست کو
اسلام سے
علیحدہ سمجھ کر مسلمان مائل بہ زوال ہوئے۔

محمد جمیل

فہرست مضامین

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ
	باب اوّل	
	ہندوؤں کے زوال کے اسباب	۱
	باب دوّم	
۱	جلد اوّل پر ایک سرسری نظر	۶
۲	شہاب الدین غوری، ہندوستان اور فتوحات	۸
۳	جہاد اوّل و فتوحات	//
۵	اوچھہ کی رانی کی شوہر سے بے وفائی	//
۶	جہاد دوم گجرات، پشاور، سندھ	۹
۷	جہاد سوم و جہاد چہارم بار اوّل بہ مقام ترائن	۱۰
۸	جہاد پنجم بار دوم بمقام ترائن	۱۱
۹	دہلی مسلمانوں کا پایہ تخت	۱۲
	جہاد ششم (دہلی پر قبضہ)	//
۱۰	جہاد ہفتم	۱۳
۱۱	مسلمانوں نے ہندوستان آکر انوکھی قوم دیکھی۔	//
		//
۱۲	شہاب الدین کے تبلیغی کارنامے جہاد نہم	۱۴
۱۳	آہ حیل بل۔ وہ مرد مجاہد و مومن آزاد	۱۵
۱۴	شہید شہاب الدین کے بعد	۱۶
	باب سوم	
۱۵	اسلام کی بلندیاں و قطب الدین ایبک	۱۷
۱۶	قطب الدین کا اعلان خودمختاری	۱۹
	تخت نشینی، رشتہ داریاں	//

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ
	بدبختی، قدم پھسل گئے۔	۲۰
۱۷	آرام شاہ	۲۱
۱۸	شمس الدین التمش ایک غازی ایک مجاہد	۲۲
۱۹	حوض شمسی اور دیدار حضرت محمدؐ	۲۳
	جہاد اول و دوّم	//
۲۰	مسلمانوں کا ذوق سماع و درد قدح	۲۴
۲۱	التمش کی وفات	۲۶
۲۲	رکن الدین فیروز شاہ و رضیہ سلطانہ	۲۷
۲۳	یاقوت حبشی کا اقتدار و رضیہ کا زوال	۲۸
۲۴	معز الدین بہرام شاہ و علاء الدین مسعود شاہ	۳۰
۲۵	مرد مومن ناصر الدین محمود و جہاد	۳۱ / ۳۲
۲۶	احترام رسول پاکؐ	۳۴
۲۷	غیاث الدین بلبن	۳۵
۲۸	غیاث الدین بلبن کے زریں نصائح	۳۷
۲۹	معز الدین کیقباد آخری عیش پرست بادشاہ	۳۹
	باب چہارم	//
۳۰	شہاب الدین غوری اور خاندان غلامان	۴۱
	نے کیا پایا کیا کھویا؟	//
	باب پنجم	
۳۱	خاندان خلجیہ و جلال الدین فیروز خلجی شاہ	۴۵
۳۲	کیا اللہ اور رسول سے زیادہ کوئی	
	رحمدل ہے؟	۴۸
۳۳	المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب اور جلال الدین	//

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ
۳۴	جلال الدین خلجی کا انداز حکمرانی	۴۹
۳۵	ملک چھجو کی بغاوت اور سلطان کا تدبر	۵۱
۳۶	ایک بزرگ سید مولہ کا قتل	۵۲
۳۷	مغلوں کا حملہ پھر ہزاروں کا مسلمان ہونا	۵۶
۳۸	دکن اور علاؤالدین	۵۷
۳۹	علاؤالدین کے فریب دہ خطوط	۵۸
۴۰	سلطان جلال الدین کا قتل	۵۹
۴۱	ملکہ جہاں کا ایک اور غلط اقدام	۶۰
۴۲	بادشاہ بننے کے انداز	۶۱
	باب ششم	
۴۳	علاؤالدین خلجی	۶۲
۴۴	جلال الدین کی اولاد اور خاندان امراء کی تباہی	//
۴۵	مغلوں کا پہلا حملہ	۶۳
۴۶	فتح گجرات کنولا دیوی ملک کافور اور دیول دی	//
۴۷	وحشیانہ سزائیں	۶۴
۴۸	بے حمیت علاؤالدین	//
۴۹	بے غیرت راجہ اور اسکی دانشمند بیٹی	//
۵۰	مغلوں کے حملے علاؤالدین کا خلل دماغ	۶۵
۵۱	ایک محمدؐ کے غلام کا جان پر کھیل کر جیت جانا	۶۶
۵۲	فتوحات	۶۷
۵۳	اباحیوں کا قتل	۶۸
۵۴	ظلم ہی ظلم اور مغلوں کے حملے	//
۵۵	علاؤالدین کے دور کے سکے اور اوزان	۶۹
۵۶	سازشیں اور بغاوتیں	۷۰
۵۷	خوف منشور سے شراب نوشی پر پابندی	۷۱

نشان سلسلہ	عنوان	صفحہ
۵۸	علاؤالدین کا زوال	۷۱
۵۹	وفات اور کردار	۷۲
	باب ہفتم	
۶۰	علاؤالدین خلجی کے بعد	۷۴
۶۱	شہاب الدین عمر خلجی اقتدار کے نشے میں مذہب	//
	سے مذاق	//
۶۲	قطب الدین مبارک شاہ خلجی بدکاریاں	۷۵
	اور گناہ عظیم کا سلسلہ	//
۶۳	مسلمان نما کافر خسرو خاں مخنث کی تخت نشینی	۷۷
۶۴	مذہبی حالات اور توہین قرآن و اسلام	//
۶۵	کافر خسرو خاں کا انجام	//
۶۶	خاندان خلجیہ پر ایک نظر	۷۸
	باب ہشتم	
۶۷	شاہان دین	۷۹
۶۸	بابا فرید الدین گنج شکر	۷۹
۶۹	حضرت نظام الدین اولیاء	۸۱
	محبوب الٰہیؒ	//
۷۰	حضرت بو علی قلندر پانی پتیؒ	۸۲
۷۱	دیگر بزرگان دینؒ	۸۴
۷۲	امیر خسرو	//
۷۳	اطباء	//

نوٹ: فہرست علماء جلد سوم میں ملاحظہ ہو۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول

مسلمانوں نے ہندوستان آکر دیکھا اور سمجھا کہ ہندوؤں کے زوال کے اسباب کیا تھے

زمانہ ایک بہتا دریا ہے جسمیں اقوام عالم تیرتی رہتی ہیں جن قوموں میں جب تک قوت تیراکی باقی رہتی ہے زمانہ کی دریا کی تند و تیز لہریں ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ تلاطم امواج اور اس کے تھپیڑے حتیٰ کہ زمانہ کی دریا کے طوفان عظیم بھی ایسی قوموں کو غرق کر سکتے ہیں۔ زمانہ ایک ذی اقتدار منصف اور انصاف پسند قاضی ہے جس کی نظریں ہمیشہ قوموں کے اعمال پر لگی رہتی ہیں اور زمانہ قوموں سے ان کے حسب اعمال سلوک میں مصروف رہتا ہے جب قومیں طاقتور ہوتی ہیں تو مرکب اور جب کمزور ہو جاتی ہیں تو ان کا راکب بن جاتا ہے اور جب قومیں اعمال حسنہ سے محروم ہو جاتی ہیں تو ہوش ٹھکانے لگانے والے عبرت کے تازیانے برساتا ہے جیسا کہ زمانہ کے بارے میں حضرت اقبال ضرب کلیم میں فرماتے ہیں۔

ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو ؛ تاریخ اُمم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی!
ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اس کی ؛ بُرّاں صفت تیغ دو پیکر نظر اس کی!

پھر علامہ اقبال بال جبریل میں فرماتے ہیں' زمانہ یوں بہ آواز بلند پکارتا رہتا ہے کہ :

میری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!

ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ!
میرے خم و پیچ کو نجومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
ہدف سے بیگانہ تیر اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ!

اب ہم اس دوراہے کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں دو ایسے راستے آتے ہیں جہاں ایک قوم مسلم ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے گامزن نظر آتی ہے تو دوسرے راستے پر دوسری یعنی ہندو قوم مائل بہ زوال ہو کر چل رہی ہے۔ اس وقت ہمارا موضوع ہے مسلمانوں نے ہندوستان آنے کے بعد ہندوؤں کے زوال کے کیا وجوہ و اسباب دیکھے

اتحاد پارہ پارہ اور طوائف الملوکی

سیاسی و مذہبی اعتبار سے ہندوؤں کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ دشمنیاں آپس میں عام تھیں۔ حسد اور نفاق کا بازار گرم تھا۔ شراب بے خودی میں ہر ایک مست تھا۔ بقول اقبال ہندو یہ بھول چکے تھے کہ:

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے　؎　ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے
بیابانِ محبت دشتِ غربت بھی وطن بھی ہے　؎　یہ ویرانہ قفس بھی آشیاں بھی چمن بھی ہے
جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں　؎　غلامی ہے اسیر امتیاز ما و تو رہنا

ذات و پات کے جھگڑے اور فتنہ آرائیاں

جس وقت مسلمان ہندوستان آئے ہندو مختلف ساٹھ فرقوں میں بٹ کر اختلافات کا شکار بن چکے تھے۔ بقول شاعرِ مشرق ہندوؤں سے ہندوستان کی فضا پوچھ رہی اور سمجھا رہی تھی کہ:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں　؎　کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
چھپا کر آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے　؎　عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

برسرِ اقتدار آریاؤں کا ظلم و بربریت ہریجن — اور برہمن

بدھ مت جس کا راج ہندوستان پر ایک ہزار سال رہا اور جس نے انسان پر انسان کے ظلم کو روا نہ رکھا تھا اب یہ مذہب ہندوستان میں دم توڑتے ہوئے بیرون ہند نکل گیا تھا۔

یہ پھر برہمنوں کا راج تھا۔ ہندوستان کے اصلی باشندوں (ہریجن و شودر) پر مظالم کا ایک لامتناعی سلسلہ جاری تھا۔ ان کے ساتھ ناقابلِ قیاس تعصب کا یہ حال تھا کہ انہیں نہ مندروں میں جانے کی اجازت تھی نہ بستی کی ان باؤلیوں سے پانی لینے کی اجازت ــ جہاں اپنے آپ کو اعلیٰ ذات کے والے ہندو پانی لیتے تھے۔ وید کے اشلوک تک سننے کی انہیں اجازت نہ تھی ان خلاف ورزیوں کی صورت میں انہیں زندہ جلا دیا جاتا، کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جاتا۔ حضرت اقبال ان حالات سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں :۔

آہ ! شودر کے لئے ہندوستان غم خانہ ہے ؛ دردِ انساں سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں ؛ شمع گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

گویا علامہ کی زبان بن کر ہریجنوں اور شودر پر ناقابلِ برداشت ظلم پہ ہر شودر آسمان پر نظریں جمائے زبانِ خاموش سے کہہ رہا تھا :۔

تو قادر و عادل ہے مگر ترے جہاں میں ؛ ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات
کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ؟ ؛ دنیا ہے تری منتظرِ روزِ مکافات
بنائیں کیا سمجھ کر شاخِ گل پر آشیاں اپنا ؛ چمن میں آہ کیا رہنا جو ہو بے آبرو رہنا

ہر خود اعلیٰ ذات کے ہندوؤں میں خود فرقہ آرائیاں اور تعصب دیکھ کر وقت پکار رہا تھا کہ

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں ؛ یہ تصویریں ہیں تری جن کو سمجھا ہے بُرا تو نے
شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اسکا ؛ یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
رُلاتا ہے ترا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو ؛ کہ عبرت خیز ہے ترا فسانہ سب فسانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو ! ؛ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

(علامہ اقبال)

مگر وقت کی یہ آواز سننے یہاں کے اعلیٰ ذات کے ہندو، حکمراں اور برہمن تیار نہ تھے اور برہمن کا حال یہ تھا کہ :۔

بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا ؛ لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا

قدرت کا ان حالات میں ایک انصاف پسند قوم کو ہندوستان لے آنا ایک ضروری امر بن چکا تھا۔

رسوماتِ بد، عیش و عشرت اور وحدانیت سے دور

مقدس کتاب وید جس نے اہلِ ہند کو وحدانیت کی تعلیم دی تھی

اس سے ہنود بے خبر ہو چکے تھے بقول علامہ اقبال :-

فرد از توحید لاہوتی شود ؛ ملت از توحید جبروتی شود

ترجمہ : فرد توحید سے لاہوتی ہوتا ہے اور ملت توحید سے جبروتی یعنی طاقتور بنتی ہے۔

جب فرد یا قوم توحید سے ناآشنا ہو جاتی ہے تو بقول حکیم الامت :

ترا تن روح سے ناآشنا ہے ؛ تعجب کیا آہ تری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق ؛ خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے
مذاق دوئی سے بنی زوج زوج ؛ اٹھی دشت و کہسار سے فوج فوج

پھر اہلِ ہنود عیش کے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ شجاعت دکھلانے کے لئے رہ گئی' اور زندگی کا مقصد کھانا عیش و عشرت راگ و رنگ بن چکا تھا دریں حالات علامہ فرماتے ہیں :-

یہ عالم یہ ہنگامہ رنگ و صوت ؛ یہ عالم کہ ہے زیر فرماں موت
یہ عالم یہ بت خانہ چشم و گوش ؛ جہاں زندگی ہے فقط خورد و نوش
حقیقت خرافات میں کھو گئی ؛ یہ امت روایات میں کھو گئی

عورت سرمایہ قوم ہی حقوق سے محروم

کوئی قوم مائل بہ زوال نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے پاس عورت جو قوم کا سرمایہ عزت اور قوم کی امین ہوتی ہے کا مقام صحیح انداز سے باقی رہتا ہے۔ عورت جس کا وجود بقول حضرت اقبال :-

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ ؛ اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

افسوس کہ اہل ہنود کا سلوک عورت کے ساتھ حیوانی انداز کا حامل ہو گیا۔ اسے شوہر کے مرجانے پر "ستی" کے نام سے جلا دیا جاتا۔ ایام حیض میں اسے ناپاک سمجھ کر باہر عبرتناک انداز سے رہنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ شوہر کے مرنے پر اگر "ستی" نہ بھی کیا جائے تو اسکو زندگی کے تمام لذتوں سے محروم کر کے سر منڈوا دیا جاتا تھا تا کہ بدصورت نظر آئے۔ دوسری شادی کی اسے اجازت تھی نہ ہی کسی خوشی کی محفل میں شریک ہونے کا اُسے کوئی حق ۔ ڈاکٹر اقبال کا نظریہ بالکل اٹل ہے کہ:

اک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے مستور ؛ کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نہ پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی ؛ نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا ؛ اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

...ز سے دور خودی سے محرومی

جب کوئی قوم مائل بہ زوال ہو جاتی ہے تو
وہ خودی و فقر سے نا آشنا و محروم ہو جاتی ہے

...راد قوم کی بقاء اور آزادی کے لئے ازبس ضروری ہوتے ہیں۔ مائل بہ زوال قوم کی خودی اس ...ہو جاتی ہے کہ وہ قوم اپنے ہاتھوں سے خود کو مٹانے کے اسباب مہیا کرتی حقیقی عزت کا سہارا ...وعی عزت کا سہارا لیتی اور حقیقی خدا کو بھول کر مصنوعی خداؤں کو معبود بنا لیتی ہے اور فقر ...لی سے محروم ہو کر حریص بن جاتی ہے۔ جب قوم تمام اوصاف حسنہ سے روٹھ جاتی ہے ...یت اس پر صادق آنے لگتی ہے کہ "رانی روٹھے گی، اپنا سہاگ لے گی"، کیا کسی کا بھاگ ...خودیٔ رحمانی سے محروم اور خودی شیطانی کو اپنائی قوم آزادی سے بھی محروم ہو کر تباہ ...۔ چنانچہ خودی کا وجود کیا ہے، علامہ یوں سمجھاتے ہیں۔

...درج نفس کیا ہے تلوار ہے ؛ خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے
...ی کیا ہے راز درون حیات ؛ خودی کیا ہے بیداری کائنات
...ھیرے اجالے میں ہے تابناک ؛ من و تو میں پیدا من و تو سے پاک
...ی کے نگہباں کو زہر ناب ؛ وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
...ناں ہے اس کے لئے ارجمند ؛ رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

اہل ہنود فقر جیسی نعمت بالا سے بھی محروم ہو کر آپس میں دست گریباں تھے اور وہ بھول ...کہ :-

...ار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم ؛ عشق ہو جس کا جسور فقر ہو جس کا غیور
...نام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے ؛ روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے
...ودار نہ ہو تو فقر ہے قہر الٰہی ؛ ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

...ب کوئی قوم مندرجہ بالا تمام خامیوں کی حامل ہو جائے تو آزادی اس سے بھاگتی اور وہ حکومت ...ے حق سے محروم ہو جاتی ہے یہی حال مسلمانوں کے ہندوستان آنے کے وقت اہل ہنود کا ...ا حضرت اقبال کا یہ فیصلہ اٹل بن کر سامنے آتا ہے کہ

...تر کر جہاں مکافات میں ؛ رہی زندگی موت کی گھات میں
...ہوا جب اسے سامنا موت کا ؛ کٹھن تھا بڑا، تھامنا موت کا

...ئی قوم اپنے زوال کو اعمال حسنہ چھوڑ کر مقدر کا نام نہیں رکھ سکتی چونکہ اللہ پاک فرماتے ہیں۔

(۱) "درحقیقت اللہ کسی قوم کو اچھی حالت میں نہیں لاتا جب تک وہ خود اپنی نہ بدلیں"۔ (سورہ "الرعد" رکوع)

(۲) "اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر جو کچھ اس نے کوشش کی، اور یہ کہ اس عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا"۔ (سورہ "النجم" پارہ ۲۷)

باب دوم

جلد اول پر ایک سرسری نظر

جلد اول میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کون تھے؟ خلافت خلفائے راشدہ بنی اُمیّہ کے اس قدر حالات اس زمانہ تک بیان کیے گئے جب تک کہ ہندوستان کے ان سے تعلق باقی رہا۔ پھر اہلِ ہنود کے مذہبی کتابیں اور ان کے مذہبی اعتقادات اور مقابلہ اسلامی اعتقادات سے کیا گیا پھر ہندوستان میں مسلمانوں کے آنے کے دو راستے اور کا تذکرہ کیا گیا اور بیان کیا گیا کہ پہلا قدم امیر مہلب بن ابی مغیرہ نے ۴۴ھ میں ہندوستان صرف بعد جہاد دس بارہ ہزار کنیز و غلام ساتھ لے گیا کوئی حکومت ہندوستان میں قائم نہ کی۔ میں محمد بن قاسم کا شیراز کے راستے سے دیبل کے شہروں سے دیبل تک جو اب ٹھٹھ کہلاتا ہے جہاد پہنچا اور مزید فتوحات کا حال، پھر بنی اُمیّہ کے خلیفہ کا محمد بن قاسم کو واپس بلوانا اور عبرت تک پہونچانا اور اسلامی فتوحات کو نقصان پہنچا بیان کیا گیا۔ کسی انداز سے تین سو سال اہل عرب سندھ سے تعلق رہا ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد خاندان غزنویہ کا ذکر سلسلہ وار کیا گیا اور جہاد بیان کیے گئے۔ ہندوستان کی دولت اور انوکھے رسم و رواج کا ذکر کیا گیا۔ بعدی کا غزنی چلا جانا اور غزنی کو پایہ تخت بنا کر پنجاب لاہور تک حکومت کرنا اور کہلانا بھی بیان کیا جا چکا۔ محمود غزنوی کے خاندان کا سلطنت غزنی کے پایہ تخت سے نکل جانے کے بعد ہندوستان میں لاہور آ کر اس کو پایہ تخت بنا کر خسرو شاہ کا پھر بعد انتقال خسرو شاہ اس کے بیٹے خسرو ملک کے دورِ حکومت میں شہاب الد

فتح کرنا ۵۹۸ھ میں خسرو ملک کو قتل کر کے محمود غزنوی کے خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر کر دیا گیا ہے۔ اب تک مسلمانوں کی حکومت دہلی میں قائم نہ ہوئی تھی اب ہم مسلمانوں کا دہلی فتح حکومت قائم کرنے کا ذکر کرتے بڑھ رہے ہیں۔

دہلی کے بارے میں مسلمانوں نے کیا سنا؟

دہلی کی بناء "تاریخ فرشتہ" کے مورخ کے بموجب ۳۰۷ء کے کسی متبرک ماہ میں رکھی گئی توران (راجپوتوں کی "توار" قوم) کے راجپوت راجہ داد پتھ نے اندرپت کے شہر کے ساتھ ہی ایک نیا شہر آباد کیا۔ اس شہر کی مٹی بہت ہی نرم تھی جس سے لوہے کی سلاخیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ نصب نہیں کی جا سکتی تھیں۔ اس بناء شہر کا نام "دہلی" رکھا گیا۔ دہلی شہر کو آباد کرنے والے راجہ داد پتھ کے بعد دہلی پر آٹھ تورانی راجاؤں ت بیان کی جاتی ہے جن کے نام یہ ہیں (۱) راجہ بھوج (۲) راجہ ادھرن (۳) راجہ سیہ (۴) راجہ روبیک (۵) راجہ روہتکر (۶) راجہ آہنکر (۷) راجہ مدن پال اور راجہ سالباہن س خاندان کو زوال آیا تو دہلی کی حکومت کی لگام راجپوتوں کے بہترین گروہ چوہانیوں نے سنبھال اس خاندان کے پانچ راجگان (۱) راجہ مانک دیو (۲) دیوراج (۳) راول دیو (۴) دیو (۵) سہر دیو کا دورِ حکومت ختم ہوا اور چھٹے راجہ پتھورا تخت نشین ہوا تو یہ آخری راجا ہوا چونکہ یہ شہاب الدین محمد غوری کے ہاتھوں دوران جنگ مارا گیا۔ ۵۸۸ھ میں آخر دہلی کی حکومت مسلمان بادشاہوں کے قبضہ میں آگئی جس کے تفصیلات بیان کئے جاتے ہیں۔

ت ذہن نشین رہے کہ وہی ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کیا گیا جس نے دہلی پر حکومت کی گو سے ہندوستان پر قابض نہ بھی رہا ہو۔ گویا دہلی ہندوستان کا دلِ قلب کی حیثیت اختیار ا۔ یہ وہی دہلی ہے جو اولاشاہانِ اسلام سے خالی ہوتا گیا۔ پھر چوٹی کے مسلمان مشاہیر ائین سے جس کا ماتم داغ کے انتقال پر علامہ اقبال یوں کرتے ہیں۔

اٹھ گئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا
یادگارِ بزمِ دہلی ایک حالی رہ گیا

شہاب الدین محمد غوری اور ہندوستان فتوحات

غیاث الدین غوری اور شہاب الدین غوری یہ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے غز
کی زینت بنے بڑے باہمت اور سخی طبیعت کے مالک تھے۔ ان کی سخاوت کی خبر
جوار کے تمام بہادر سپاہی ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے جس سے ان کی قوت میں ا
ہوتا جارہا تھا۔ شہاب الدین محمد غوری علامہ اقبال کے اس شعر کی تفسیر تھا کہ :

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم ✤ جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں

وہ یقین محکم لئے ناکامی کی صورت میں بھی عمل پیہم میں مصروف نظر آتا تا آنکہ کا
قدم نہ چوم لیتی اور وہ محبت سے سب کو جیت لینے میں لگا رہتا اور میدان جنگ میں وہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی روشنی میں حسب ضرورت کام کرتا اور کامیاب
آتا ہے کہ فرمایا حضور انور صلعم نے کہ "جنگ دھوکہ کا دوسرا نام ہے"۔

جہاد اول و فتوحات

بموجب تاریخ دربار آصف شہاب الدین محمد غور
مطابق ۱۱۷۵ء جبکہ اس کا بڑا بھائی غزنی
تھا ہندوستان آکر ملتان فتح کیا اور پھر اوچھہ کو فتح کر کے علی کرمان کو حاکم بنا کر غز
چلا گیا مورخ "تاریخ فرشتہ" نے ملتان ۵۷۲ھ میں فتح کرنا لکھا ہے اور اس با
کو قرامطی کے قبضہ سے نکال لینے کے بعد اوچھ کے قلعہ کا محاصرہ کرنا بیان کرتا ہے۔

اوچھہ کی رانی کی اپنے شوہر سے بیوفائی

کسی قوم کو بلاش
اس وقت آتا ہے
قوم کی عورتیں اپنا کردار کھو دیتی ہیں چونکہ دراصل عورت ہی تو قوم کے کردار بنا
یعنی معمار قوم ہوتی ہیں اگر عورت کے سینے گرمی حیات اور دل گرمئی دوا سے محروم ہوجا
علامہ اقبال :-

سینے میں اگر نہ ہو دل گرم ✤ رہ جاتی ہے زندگی میں خا

جب اوچھہ کا راجہ شہاب الدین کی آمد کی خبر سنکر قلعہ بند ہو گیا اور شہاب ا

رصے کے بعد یہ احساس ہوا کہ ذریعہ محاصرہ قلعہ کو حاصل کرنا اور اہل قلعہ کو باہر نکالنا مشکل ں نے ایک چال چلی اور ایک قاصد راجہ اوچھ کی رانی کے پاس خفیہ انداز سے روانہ کرکے ہ کیا کہ اگر تیری سعی و کوشش سے قلعہ فتح ہو جائے تو میں تجھے اپنی رانی بنا لوں گا۔ رانی کو الدین کی فتح کا یقین تھا وہ دام فریب میں آگئی اور اس نے کہلوا بھیجا کہ میری عمر تو اب اس رہی کہ بادشاہ کی ملکہ بن کر بادشاہ کو مسرور کرسکوں البتہ میری لڑکی اس قابل ہے کہ آپ جیسے باز فاتح کے عقد میں آئے میں آپکے حکم کی تعمیل کرونگی اور جب آپکو فتح ہوجائے تو میری لڑکی الیں اور قلعے پر قابض ہونے کے بعد میرے مال و متاع اور اسباب کو ہاتھ نہ لگائیں رانی کی منظور کرلی گئیں اس کے دو دن بعد ہی رانی نے اپنے راجہ کا کام تمام کردیا اور شہر شہاب الدین میں دے دیا شہاب الدین حسب معاہدہ راجہ کی بیٹی کو مسلمان کرکے اس کے ساتھ عقد کرلیا لیکن رانی اوچھ اور اس کی بیٹی کو غزنی روانہ کردیا کہ وہاں وہ اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوں۔ لدین نے معاہدہ کی تکمیل تو کی لیکن وہ اپنے شوہر کے ساتھ بے وفائی کرنے والی "مردمار" رانی ی بیٹی کو قابل بھروسہ نہ سمجھتا تھا۔ بیٹی نے ملکہ بن کر کوئی فائدہ و مسرت حاصل نہ کی بلکہ اپنی فات کے دو برس بعد رنج و غم کی زندگانی سے ہمکنار ہوکر مرگئی اور تاریخ میں بے وفائی اور غداری ہمیشہ کے لئے ان کے دامن پر رہ گیا بقول علامہ اقبال

کوم کا دل مردہ و افسردہ و نومید ؛ آزاد کا دل زندہ و پرسوز و طربناک
زاد کی دولت دل روشن نفس گرم ؛ محکوم سرمایہ فقط دیدۂ نمناک
لمن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہمدوش ؛ وہ بندۂ افلاک ہے یہ خواجۂ افلاک

شہاب الدین پھر غزنین واپس چلا گیا۔

جہادِ دوّم
رات، پشاور، سندھ

۵۷۴ھ / ۱۱۷۸ء میں شہاب الدین نے پھر ہندوستان آکر گجرات پر لشکر کشی کی یہاں کا راجہ بھیم دیو تھا ڈٹ کر مقابلہ دونوں نے کیا مگر شہاب الدین کو شکست ہوئی بہت مسلمان سپاہی مارے گئے۔ شہاب الدین جان بچا کر رح غزنین پہنچ گیا۔ شہاب الدین ہمت ہارنے والا نہ تھا۔ حضرت اقبال کے اس شعر کی ربنا پھر ہندوستان آپہنچا۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے ؛ جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

جہاد سوم

۵۷۶ھ / ۱۱۸۰ء میں شہاب الدین نے پھر ہندوستان آکر کے مشہور دیول (دیبل) جو کراچی کے مضافات میں تھا حملہ اور دریائے سندھ کے تمام مقامات کو اپنے قبضے میں کر لیا اور بہت سا مال غنیمت لئے واپس غزنین ہوا۔

جہاد چہارم یعنی مقام ترائن پر بار اول

۵۸۷ھ / ۱۱۹۱ء میں شہاب الدین غوری ہندوستان پر پھر حملہ ہوا قلعہ ٹھنڈہ جو ہندوستان کے چار بڑے راجپوت سلطنت کا مرکزی قلعہ تھا یہ چار سلطنتیں تھیں (۱) دہلی میں تو تومرا، راجپوت حکمراں تھے (۲) اجمیر میں چوہان راجپوت کی حکومت تھی (۳) قنوج میں راٹھور کے راجپوت حکومت کرتے تھے (۴) گجرات میں گہیلے قوم کے راجپوت فرماں روائی کرتے تھے۔ شہاب الدین نے قلعہ ٹھنڈہ راجہ اجمیر کے آدمیوں کو بھگا کر قبضہ میں لے لیا اور ملک ضیا تولکی کو حاکم بنا کر واپسی کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اطلاع ملی کہ راجہ پتھورا اور گوبند رائے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے اتحاد کر کے دو لاکھ سوار اور تین ہزار ہاتھیوں کا لشکر لئے قلعہ کو واپس لینے آ رہے ہیں۔ شہاب الدین نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا مقام ترائن پر گھمسان کی جنگ ہوئی ہندوؤں کے اتحاد نے ان میں ایک قوت پیدا کر دی تھی ہندو لشکر اس انداز سے لڑا کہ شہاب الدین کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ خوفزدہ و بدحواس ہو کر میدان سے فرار ہو چکے تھے قلب لشکر میں البتہ کچھ لشکری باقی رہ گئے اس بے ترتیبی اور بدحالی کی اطلاع ایک امیر نے شہاب الدین کو دی اور جنگ سے کنارہ کشی کر کے میدان سے نکل پڑنے کا مشورہ دیا لیکن یہ مشورہ جانباز شہاب الدین کو پسند نہ آیا قلب لشکر کے باقی ماندہ سپاہیوں کو لئے بجلی کی سی تیزی سے دشمن پر جا گرا اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دوست تو دوست دشمن بھی اعتراف و تعریف پر مجبور ہو گئے اچانک راجہ دہلی کھانڈے رائے کی نظر اس پر پڑی اس نے ہاتھی شہاب الدین کی طرف بڑھایا شہاب الدین بھی تیزی سے اسکی جانب بڑھا اور پوری قوت سے بھرپور وار نیزے کا ہاتھی کے منہ پر ایسا کیا کہ نیزا ہاتھی کے منہ کے اندر چلا گیا اور اس کے دانت ٹوٹ گئے قبل اس کے کہ ہاتھی بھاگے، کھانڈے رائے نے شہاب الدین کے بازو پر تلوار کا زبردست وار کیا قبل اس کے کہ شہاب الدین زخم کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گر جائے ایک خلجی سپاہی بڑی پھرتی سے پاشاہ کے گھوڑے پر چڑھ گیا اور اس کو اپنی گود میں لیا۔ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ "تاریخ ابن الماثر" کے موجب شہاب الدین زمین پر گر پڑا تھا اس کو

وفادار غلاموں نے بعد غروب آفتاب تلاش کیا اور آواز پہچان کر فوج کے بھاگے ہوئے امراء و لشکر کے پاس پہنچایا جو میدانِ جنگ سے فرار ہو کر بیس کوس کے فاصلے پر خیمہ زن تھا بہر حال شہاب الدین قابلِ اعتماد امرائے کے حوالے ہندوستان کے علاقے سپرد کر کے غزنین گیا شکست کی خلش نے اسے بے چین و مضطرب کر رکھا تھا۔ عہد کیا کہ جب تک بدلہ نہ لے گا نہ حرم سرا میں بستر پر سوئیگا نہ بیوی کا منہ دیکھے گا اور نہ ہی کپڑے بدلے گا۔ تاریخ کے ان اوراق کو پڑھ کر علامہ اقبال آہ سرد بھر کر فرماتے ہیں۔

اب مسلماں میں نہیں وہ رنگ و بو ؛ سرد کیوں کر ہو گیا اس کا لہو

بہر حال شہاب الدین علامہ کے اس شعر کی تفسیر بنا ہوا تھا کہ :

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں ؛ کہ شاہین بناتا نہیں آشیانہ

جہاد پنجم یعنی مقام ترائن پر بار دوم

۵۸۸ھ / ۱۱۹۲ء میں شہاب الدین ایک عظیم لشکر ترک و تاجیک افغانوں کا جمع کر کے ترائن روانہ کیا اور آٹھویں روز خود بہ تیاری مزید نکل پڑا جن امیروں کو میدان جنگ پر فرار ہونے پر سزائیں دی تھیں ان کے قصور معاف کئے۔ قیمتی خلعت اور مرصع خنجر عنایت کر کے ان کے جوشِ وفاداری کو ابھرا۔ شہاب الدین نے ایک امیر قوام الملک رکن الدین حمزہ کو اجمیر روانہ کر کے اجمیر کے راجہ اور باشندوں کو دعوت اسلام دی وائے پتھورا نے یہ دعوتِ اسلام پر برہم ہو کر نا شائستہ الفاظ اسلام اور اسلامی بادشاہ کے تعلق سے استعمال کر کے امیر کو دربار سے نکال دیا اور ہندوستان کے تمام راجاؤں کے نام مدد کے لئے خطوط لکھے پھر کیا تھا تین لاکھ راجپوتوں کا عظیم لشکر جمع بمقام ترائن ہو گیا۔ جوش ناقابلِ بیان تھا سب نے مسلمانوں کو مٹا دینے کی قسمیں کھائیں۔

بعد مشورہ راجاؤں نے شہاب الدین کو خط لکھا اپنی قوت طاقت سے واقف کروایا اور واپسی ہی میں بہتری بتلا کر واپسی کا مشورہ دیا۔ شہاب الدین نے جواب میں لکھا کہ میں آپ کے محبت اور ہمدردی بھرے خط سے بے حد متاثر ہوا میں نے اس پر عمل کرنے کا بھی اپنی حد تک فیصلہ کر لیا ہے لیکن میں اپنے بڑے بھائی کا محکوم ہوں مجھے اتنی مہلت ملے کہ ایک قاصد کو روانہ کر کے بھائی کو حالات سے با خبر کر کے واپسی کی اجازت طلب کروں جس کے لئے کچھ وقت درکار ہو گا۔ ہندو راجہ شہاب الدین کا یہ خط پڑھ کر بے حد خوش ہوئے اور اپنی کامیابی سمجھ کر اپنی قوت و کثرت کے نشے میں سرشار ہو کر مشغول عیش و عشرت ہو گئے جب شہاب الدین نے مکمل طور پر اطمینان کر لیا کہ مقابل کا لشکر

غفلت میں ہے ایک صبح جبکہ تمام سپاہی قضائے حاجت اور غسل وغیرہ میں مصروف تھے زیر حملہ کر دیا ہندو سنبھل کر مقابلے پر آئے شہاب الدین کے انتظامات مکمل اور تنظیم لئے ہوئے بہت سے ہندوستانی راجہ ہلاک ہوئے رائے پتھورا بھی شہاب الدین کے ہاتھوں قتل ہوا ی سمانہ ہانسی اور کرام وغیرہ مشہور قلعے سلطان شہاب الدین کے قبضہ میں آگئے پھر شہاب الدین داخل ہوا اجمیر اور اس کے علاقوں پر قابض ہو گیا پھر رائے پتھورا کے لڑکے کو راجہ بنا کر اپنا باجگ پھر دہلی روانہ ہوا دہلی کے راجہ نے قیمتی تحائف بطور نذرانہ پیش کئے پھر اپنے ایک غلام قطب کو کہرام کا حاکم مقرر کیا اور غزنی واپس ہو گیا۔

دہلی مسلمانوں کا پایۂ تخت

ایبک کا ذریعہ جہاد دھلی پر قبضہ

شہاب الدین محمد غوری کا ہندوستان میں مقرر کردہ ک گورنر قطب الدین ایبک نہایت لائق اور قابل ت اس نے دلی کے ان اضلاع کو جو گنگا وجمنا کے درمیا پرتھوی راج کے رشتہ داروں سے چھین لئے میرٹھ اور دہلی کو فتح کر کے دلّی کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور مکمل اسلامی آئین ودستور نافذ کئے (دیکھو صفحہ ۱۸۳) اس طرح پہلی مرتبہ دہلی کو اسلامی پایہ تخت بننے اور اسلامی دستور کے نافذ شرف حاصل ہوا۔

جہاد ششم

۵۹۱ھ / ۱۱۹۴ء شہاب الدین پھر ہندوستان آیا اور راج والئ بنارس وقنوج مقابلے پر آیا مگر راجہ مسلمانوں ہراول کا جو قطب الدین ایبک کے تحت تھا مقابلہ نہ کر سکا اور ہاتھیوں کی قطاروں کو میدان چھوڑ کر بھاگ گیا تاریخ فرشتہ میں جے چند کا میدان سے بھاگ جانا لکھا ہے مگر تاریخ میں قطب الدین ایبک کے ہاتھ سے راجہ کی آنکھ میں تیر کا لگنا ہاتھی سے گر کر مرجانا بیان اس فتح سے مسلمانوں کا قبضہ نہ صرف قنوج وبنارس پر ہو گیا بلکہ بنگال کا دروازہ بھی مسلم کھل گیا بموجب تاریخ فرشتہ اور تاریخ دربار آصف (صفحہ ۱۸۳) شہاب الدین بنارس آیا ہزار بت خانہ توڑے اور مسلمانوں کی رہائش کے لئے مکانات بنائے۔

ایبک کا جہاد
اجمیر اور گجرات مسلمانوں کے قبضہ میں

سنہ ۵۹۱ھ ۱۱۹۴ء میں رائے پتھورا کے ایک رشتہ دار بھیم راج نے رائے پتھورا کے بیٹے پر حملہ کرکے اجمیر کو اپنے قبضہ میں لے لیا شہاب الدین غوری نے جسکو گدی پر بٹھا کر اپنا باجگزار بنایا تھا اب بھیم راج نے قطب الدین ایبک سے چھیڑ چھاڑ شروع کی زبردست جنگ ہوئی بھیم راج مارا گیا اور اجمیر پر مسلمانوں کا اب براہ راست قبضہ ہوگیا اس کے بعد قطب الدین نے نہر والہ پر حملہ کیا اور بھیم دیو والئی گجرات کو شکست فاش دے کر بھیم دیو سے شہاب الدین کا انتقام لیا اور رائے پتھورا کو مدد دینے کی سزا دی اس فتح کے بعد قطب الدین ایبک بہت سا مال غنیمت لئے غزنی گیا اور شاہی سرفرازیوں سے سرفراز ہوکر واپس دہلی آیا۔

شہاب الدین کا جہاد ہفتم
اور فتوحات

سنہ ۵۹۲ھ میں شہاب الدین بھرتنکر جو آج کل بیانہ کہلاتا ہے فتح کیا بہاؤ الدین طغرل کو حاکم مقرر کرکے واپس غزنی ہوا طغرل نے حسب حکم شہاب الدین گوالیار کا قلعہ فتح کیا اجمیر کے اطراف کے راجپوتوں نے پھر ایک کوشش کی اور قطب الدین ایبک سے مقابلہ کرکے شکست کھائی نہر والہ پر بھی مسلمان قابض ہوگئے۔ سنہ ۵۹۹ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں کالنجر اور بداؤن کے قلعہ بھی آگئے۔

مسلمانوں نے ہندوستان آکر انوکھی قوم دیکھی

شہاب الدین کا کھکروں
سے جہاد ہشتم

بے مذہب کھکروں سے جہاد کرنے شہاب الدین غزنی سے آیا ان سے جہاد اسلئے ضروری تھا کہ یہ دریائے سندھ سے لے کر سوالک کے دامن تک آباد تھے اور بڑے ہنگامے پیدا کر رکھے تھے خاص طور پر پشاور اور اس کے اطراف کے مسلمانوں کا تو جینا مشکل کر دیا تھا اور مسلمانوں کیلئے پنجاب کا سفر بھی مشکل بنا کر رکھ دیا تھا۔

کھکروں کا سلوک اپنی لڑکیوں کے ساتھ

بے مذہب کھکروں کے پاس یہ ظالمانہ رواج تھا کہ جب لڑکی جوان ہوتی اس کا باپ یا بھائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان کے دروازے پر آکھڑا ہوتا اور راستہ چلنے والوں کو خریدنے کے لئے بلواتا اس لڑکی کی خوش نصیبی ہوتی کہ کوئی اس کو پسند کرکے خرید لیتا ورنہ

اس بے زبان جوان لڑکی کو قتل کر دیا جاتا

ایک عورت کے کئی شوہر

اس بے شرم لا مذہب قوم میں ایک عورت کے کئی شوہر ہوتے تھے جو شوہر اس کے گھر میں داخل ہوتا وہ اپنا نشان اس کے دروازے پر لگا دیتا دوسرے شوہر اس نشان کو دیکھ کر بے نیل واپس چلے جاتے بہر حال یہ قوم وحشت انگیز زندگی گذارتی تھی اس قوم کا نصب العین اور فر دوسروں کو تکلیف پہنچانا تھا اور اس میں یہ بڑے ماہر تھے خصوصاً مسلمانوں کی دل آزاری سے د بہت خوش ہوتے شہاب الدین نے انکو ان کی بد عنوانیوں کی کافی سزا دی۔

کھکروں کا مشرف بہ اسلام ہونا

ایک حسن اتفاق کہیئے یا یہ کہ قدرت کو کھکرو پر رحم آگیا تھا یا اس قوم کی ہدایات کا وقت آچکا تھا کہ ایک متقی و پرہیزگار مسلمان کھکروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس نیک نفس گرفتار متقی نے کھکروں کے امیر کو اسلام کی تعلیمات اور عبادت کے طریقوں سے واقف کروایا جو امیر ک بہت پسند آئے اس نے متقی سے پوچھا اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور تمہارے سلطان شہاب الد کی خدمت میں حاضر بھی ہو جاؤں تو وہ کیا سلوک کریگا اس متقی نے جواب دیا سلطان بہت خوش ہو اور تمہیں یہاں کا امیر مان لے گا اس نے مسلمان ہونے کی خواہش کی اس متقی نے ایک خط کے ذر سلطان شہاب الدین کو حالات سے مطلع کیا یہ خط ملتے ہی سلطان نے ایک مرصع کمربند اور گرا خلعت امیر کے لئے بھجوائی اور اپنے دربار میں طلب کیا امیر حاضر دربار ہو کر مسلمان ہو گیا سلطا نے اس کے نام کوہستانی علاقوں کی فرما نروائی کا فرمان جاری کیا اپنے وطن واپس آکر اس امیر اپنی قوم کے بڑے حصہ کو مسلمان کر لیا۔

شہاب الدین کے تبلیغی لائق تحسین کارنامے جہاد نہم

تراہیہ غزنی اور پنجاب کا درمیانی علاقہ ہے اسی سال یعنی کھکروں کے اسلام لانے کے بعد سلطان نے اس علاقہ پر حملہ کیا جہاں نرمی کی ضرورت تھی نرمی کا برتاؤ کیا اور جہاں شمشیر کی ضرورت تھی شمشیر سے کام لیا اس کا اثر یہ ہوا کہ اس ملک کی آبادی کے بڑے حصہ نے اسلام قبول کر لیا یہ اب تک اسلام پر قائم ہیں ان کے ایمان بڑے پختہ ہیں اور یہ بڑے سچے مسلمان ہیں۔

آہ چل بسا ؏ وہ سادہ مردِ مجاہد وہ مومن آزاد (اقبالؔ)

شہاب الدین غوری کی شہادت

سلطان شہاب الدین غوری مزید تبلیغ اسلام کے منصوبے بنا رہا تھا۔ ۱۶ ر رجب سنہ ۶۰۲ھ کو غزنی روانہ ہونے کے قبل بامیاں کے گورنر ملک بہاؤالدین کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ اس بار میں نے ترکستان کی غیر مسلم آبادی کو مسلم بنانے کا ارادہ کیا ہے لہذا تم کو شدید تاکید کیجاتی ہے کہ تم بامیاں کے تمام لشکر کے ساتھ کوچ کرو اور دریائے جیحوں کے کنارے پر خیمہ زن ہو کر دریا پر پل باندھ دو تاکہ اسلامی لشکر دریا پار کرنے کوئی تکلیف نہ اٹھائے۔

۲ ر شعبان سنہ ۶۰۲ھ کو سلطان دریائے سندھ کے کنارے "برھمیک" نامی ایک مقام پر خیمہ زن ہوا۔ دوسرے روز کھکروں کی قوم کے بیس برہم افراد اپنی جانوں پر کھیل کر کسی انداز سے شاہی خیمہ تک پہنچ گئے اس وقت شاہی لشکر کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھا اور فراشِ سراپردہ اتار رہے تھے۔ شعبان کی تیسری رات تھی کہ ایک کھکر نے بڑھ کر شاہی خیمہ کے ایک دربان پر چاقو سے حملہ کر کے زخمی زدیا۔ دیگر دربان اس کو دیکھنے بچانے جمع ہوگئے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر دوسرے کھکر سراپردہ کو پھاڑ کر بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ دو تین غلام ترکی کھڑے تھے وہ ابھی کچھ سمجھنے بھی نہ پائے تھے، بادشاہ ابھی اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ بجلی کی سی تیزی سے ان سفاکوں نے چھریوں سے (۲۲) گہرے زخم لگا کر اس عظیم مجاہد کو ختم کر دیا (بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) علامہ اقبالؔ کی زبان میں اس مردِ مومن و مجاہد کی فطرت اور زندگی کی یوں تعریف کیجا سکتی ہے۔

تجسس کی راہیں بدلتی ہوئی ؏ دما دم نگاہیں بدلتی ہوئی
بہت اس نے دیکھے ہیں پست و بلند ؏ سفر اس کو منزل سے بڑھ کر پسند
جھپٹ کر سلجھتے میں لذت اسے ؏ تڑپنے پھڑکنے میں راحت اسے
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگِ گراں ؏ پہاڑ اسکی ضربوں سے ریگ رواں
ہر ایک منتظر تیری یلغار کا ؏ تری شوخئ فکر و کردار کا
سفر اس کا انجام و آغاز ہے ؏ یہی اس کی تقویم کا راز ہے

بہر حال اسلام کا یہ سپوت اپنے حسین کارناموں کی ایک تفصیل چھوڑ کر چل بسا۔ اللہ بن تکین نامی زمانے اسکی روح لطیف پر شہاب الدین غوری نے ہر وقت جو ڈٹ کر جہاد کیا اور اسلام

پھیلایا وہ اللہ پاک کو کس قدر پسند آیا ہوگا اس کا اظہار اللہ پاک کے کلام سے ہوتا ہے۔

(۱) " اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیواریں ہیں"۔ (پارہ ۲۸ سورہ الصف)

(۲) " جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کرینگے انہیں اپنے راستے دکھائینگے اور یقیناً اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے"۔ (پارہ ۲۰ و ۲۱ سورہ العنکوت : ۹)

آخر اللہ پاک نے اسے ایسی موت عطا فرمائی جیسا کہ اپنے کلام پاک میں فرماتے ہیں۔

(۱) " اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں تمہیں خبر نہیں" (پارہ اول سورہ البقر)

(۲) اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ (پارہ ۴ ۔ سورہ آل عمران - ۱۶۳/۴)

ہر تاریخ نے سلطان شہاب الدین غوری کو ایک خدا ترس، رحم دل انصاف پسند حکمران کیا ہے وہ عالموں اولیاء کی صحبت کو باعثِ فخر اور عزت خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھتا تھا۔ اس کا دور حکومت ۳۲ سال کچھ ماہ ہے اس نے ہندوستان پر بغرض جہاد نو ۹ مرتبہ چڑھائی کی دو مرتبہ ناکام اور سات مرتبہ کامیاب رہا۔

شہید شہاب الدین کے بعد

۱۔ شہاب الدین غوری جس کا اصلی نام معز الدین تھا کی میت کو بڑی شان و شوکت سے لشکر اور امراء لئے ۲۲ شعبان کو غزنی میں داخل ہوئے۔

۲۔ شہاب الدین غوری کی میت اس شاندار عمارت میں دفن کی گئی جو اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کے لئے بنائی تھی۔

۳۔ شہاب الدین غوری کی شہادت کے وقت غزنی کے خزانہ میں بے شمار روپے اشرفیاں دوسرے جواہرات کے علاوہ پانچ من الماس کا ہونا تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔

۴۔ شہاب الدین غوری کو کوئی لڑکا نہ تھا صرف ایک ہی لڑکی تھی سلطان اپنے ترکوں کو اولاد سمجھتا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر مثل فرزندوں کے کی تھی

شہادت کے وقت اس کے تین غلام بڑے بڑے صوبوں پر حکمران تھے (۱) قطب الدین ایبک ہندوستان میں (۲) تاج الدین یلدوز غزنین میں (۳) ناصر الدین قباچہ سندھ اور ملتان میں

شہاب الدین غوری کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا سلطان محمود تخت پر بیٹھا مگر ساری سلطنت غلاموں کے ہاتھ میں تھی فقط اس کے پاس غور و ہرات، دسیستان اور مشرقی خراسان باقی تھا۔ فیروز کوہ اس کا پایۂ تخت تھا۔ جب سلطان محمود تخت پر بیٹھا تو اس نے قطب الدین ایبک کو بادشاہی کا خطاب اور تمغہ روانہ کیا۔ سلطان محمود پانچ چھ سال حکومت کرکے انتقال کر گیا بہر حال غوریوں کی سلطنت بجملہ ستر سال ۵۴۳ھ (۱۱۴۸ء) سے ۶۱۲ھ (۱۲۱۵ء) تقریباً ستر سال رہی۔ محمود سلطان کے بعد کیا لڑائیاں ہوئیں اور کس طرح یہ سلطنت ختم ہوئی اس کا اب لکھنا ہم اسلئے ضروری نہیں سمجھتے چونکہ ——————

۵۔ شہاب الدین غوری کے بعد ہی غزنی اور خاندان غوری کا تعلق ہندوستان سے ہمیشہ کیلئے ختم ہو گیا یہاں قطب الدین ایبک ایک خود مختار بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین ہو گیا۔ یہ ہندوستان کا پہلا خود مختار بادشاہ تھا۔

باب سوم

خاندانِ غلاماں اور اسلام کی ناقابلِ قیاس بلندیاں

(۱) سلطان قطب الدین ایبک ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ

کوئی شخص کسی مذہب کا ہو اسلام کی بلندیوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا بشرطیکہ وہ انصاف پسند تعصب سے بری اور وسیع القلبی سے حقائق کا جائزہ لینے والا ہو ـــ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے غلاموں کو تک ایسے اعزازات عطا فرمائے کہ تخت روحانی اور تخت زمینی پر فائز کر دیا اسکی مثالیں آقائے نامدار حضور انور نبی کریم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی سے ملتی ہیں۔

(۱) سلمان فارسی رضؓ جو بحیثیت ایک یہودی کے غلام کے مدینہ میں داخل ہوکر شرف بہ اسلام ہوئے آقا دو جہاں ﷺ نے یہودی کو اس کے حسب خواہش تین سو درخت کھجور کے خود اپنے دست مبارک سے لگا کر اور چالیس اوقیہ سونا ادا کرکے آزاد فرما لیا اور اللہ اکبر! وہ اعزاز بخشا کہ اپنے اہل بیت میں شامل

فرمایا اور روحانی اعتبار سے اس بلندی تک پہنچایا کہ تا قیامت سب کی گردنیں آپ کے احترام میں
(۲) ایک لڑکا زیدؓ نامی اس زمانہ کے دستور کے مطابق فروخت ہونے آیا بی بی
نے اس لڑکے کو خرید کر رسول اللہ صلعم کی خدمت کے لئے پیش فرمایا۔ رسول اللہ صلعم اس
اولاد کی طرح شفقت سے پیش آتے تھے کچھ عرصہ بعد اس کا باپ مکہ میں آیا اور روپیہ دے
کو واپس لینا چاہا مگر بیٹے نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا اور آپؐ کے قدم چھوڑنے سے انکار کر
وقت کا واقعہ ہے کہ آپ ابھی نبی ظاہر نہ ہوئے تھے۔ نبوت پر فائز ہونے کے بعد آپ نے اپنی
لڑکی بی بی زینب سے زید کی شادی کر کے اسلام کی بلندیاں ثابت فرما دیں۔
(۳) حضرت بلالؓ حبشی غلام حقیر کو آقا نامدارؐ نے روحانی وہ اقتدار بخشا کہ حضرت
اکبرؓ نے اپنی ذاتی رقم سے حضرت بلالؓ کو ایک کافر مالک سے خرید کر آزاد فرمایا حضرت
عمرؓ جیسی شخصیت بلالؓ کو سیدنا بلالؓ کہتی تھی یعنی ہمارے سردار بلال پکارتی تھی جو مقام اعلیٰ
بلالؓ کو رسول اللہ صلعم نے عطا فرما کر مقاماتِ بلند پہ پہنچایا اس کے بارے میں علامہ اقبال

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر　　فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ　　محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر
ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط　　کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا　　حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا
ہوئی اسی سے ترے غمکدے کی آبادی　　تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

شہاب الدین محمد غوری نے اپنے آپ کو غلام آقائے دو جہاں صلعم ہونے کا ثبوت دیا۔
ایک طرف تبلیغ و جہاد کئے دوسری جانب رسول اللہ صلعم کی پیروی کر کے غلاموں کو اولاد کی طرح
اور تختِ حکومت پر فائز کر دیا اور اسلام کے لاملوکیت فی الاسلام کے اصول کو زندہ کر دیا تھا
داماد کے حق میں جانشینی کی وصیت کر جاتا اس کے ان عظیم الشان کارناموں کو تاریخ کبھی
نہ کر سکے گی۔ اللہ اس کی روح پر رحمتوں کی بارش فرمائے۔

قطب الدین ایبک کا آغاز زندگی

قطب الدین ایبک کو ایک سو
زمانہ بچپن میں ترکستان سے لا
اور یہاں قاضی فخر الدین ابن عبد العزیز کوفی کے ہاتھ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اولاد میں
کر دیا۔ قاضی صاحب نے قطب الدین کو حافظ قرآن بنایا اور آپ اسکو عزیز رکھتے اور اپنے

جدا نہ کرتے اور اولاد کی طرح پرورش کرتے رہے آپ قطب الدین کے چہرے پر عظمت اور برتری کے نمایاں آثار دیکھتے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے ایک بیٹے نے قطب الدین کو ایک سوداگر کے ہاتھوں فروخت کر لیا اس سوداگر نے قطب الدین کو بطور تحفہ سلطان شہاب الدین غوری کو پیش کیا مگر سلطان نے قطب الدین کے عوض تاجر کو کثیر رقم دی چونکہ قطب الدین کے ایک ہاتھ کی چھوٹی انگلی ٹوٹی ہوئی تھی اس لئے بادشاہ اور درباریوں نے اسے ایبک کہنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ آخر اس کے نام کا جزو بن گیا۔ قطب الدین نے بڑے سلیقے اور محنت جانثاری کے ساتھ سلطان کی ایسی خدمت کی کہ کچھ ہی عرصہ میں سلطان شہاب الدین اپنے اس غلام کا گرویدہ ہو گیا غلاموں کو اولاد کی طرح پرورش کرنے کی تو سلطان کی عادات ہی تھی۔

قطب الدین کی نظرت کے بہت سی خصوصیات قابل تعریف اور پسندیدہ تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ بادشاہت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اسکو بادشاہت اور سیاست کے راز وقاعدے وحکمرانی کے انداز فطرتاً منجانب قدرت ودیعت فرمائے گئے تھے اس کے علاوہ دشمن پر حملہ کرنے اور دشمن کا سر کچلنے میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ سخاوت وفیاضی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ سلطان شہاب الدین غوری نے عیش کی ایک محفل منعقد کی اس محفل میں قریب ترین اور مخصوص درباری ہی شریک تھے سب کو انعام اور خلعت سے نوازا گیا سب سے بیش قیمت انعام قطب الدین کو عطا ہوا۔ جب مجلس شاہی برخواست ہوئی تو قطب الدین نے اپنے انعام کی رقم فراشوں اور خدمتگاروں کو عطا کر دی جب اس کی اس فیاضی کا حال سلطان کو معلوم ہوا تو بیحد خوش ہوا اور اپنے درباری امیروں میں نہ صرف شامل کیا بلکہ تخت شاہی کے قریب سامنے مقام بخشا۔ قطب الدین ایبک کے دو جہاد بحیثیت گورنر بہ عہد شہاب الدین غوری کرنے کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ قطب الدین نے دہلی فتح کر کے اسکو پایہ تخت بنایا۔ ہندوؤں کا مرکزی شہر مسلمان فرماں رواؤں کا ہمیشہ کے لئے پایۂ تخت قرار پایا۔ قطب الدین کے عہد گورنری کا قابل ذکر امر جس کا بیان کرنا باقی رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے دہلی میں ایک جامع مسجد کی اپنے احکام ورہدایات کے تحت تعمیر شروع کی جو ۵۹۲ھ میں تکمیل کو پہنچی۔

(۱) سلطان قطب الدین ایبک کا اعلان خودمختاری

سلطان قطب الدین ایبک ۱۸ ذی قعدہ ۶۰۳ھ روز سہ شنبہ کو دہلی سے آکر لاہور تخت نشین ہوا چند روز بعد پھر دہلی واپس آ گیا۔ جیسا کہ یہاں سرسری کیا جا چکا ہے کہ شہاب الدین غوری کے بعد اس کا بھتیجا سلطان محمد بن سلطان غیاث الدین غورستان کا حکمران ہوا۔

یہہ بالکل حریص نہ تھا قناعت اور فقر کا حامل تھا ــــ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سل
محمود نے ایک طرف قطب الدین ایبک کو آزادی و خود مختاری کے فرمان کے ساتھ چتر اور بادشاہی کے
لوازمات بھی اس کے لئے بطور سرفرازی ہندوستان روانہ فرمائے جن کا استقبال وہ لاہور تک
آکر کیا اور وہیں تخت نشینی کے رسومات ادا کر کے دہلی واپس ہوا تو دوسری طرف سلطان محمود اپنے
کے دوسرے دل پسند غلام سلطان تاج الدین یلدوز کو جو صورت و سیرت کی پاکیزگی کا ایک نمونہ تھا
آخری عمر میں شہاب الدین نے ملبوس شاہی سے بھی اسے سرفراز کر کے لشکر کا علم بمقام کرمان عط
کیا تھا حکومت غزنی کی فرماں روائی اور آزادی کا فرمان روانہ کیا اس طرح اس نے اپنے محترم چچ
کے خواہشات کی تکمیل کو اور اس کے احترام کو ملحوظ رکھا ۔ تاج الدین یلدوز نے یہہ فرمان پاکر غزنی
اپنے رسومات تخت نشینی انجام دیئے ۔ یہاں تاج الدین یلدوز اور قطب الدین ایبک کی بدبختی
ہوتا ہے قبل اس کے کہ ان کی بدبختی کا حال بیان کیا جائے ان کی رشتہ داریاں بیان کی جاتی ہیں

رشتہ داریاں

تاج الدین یلدوز کی دو بیٹیاں تھیں سلطان شہاب
کی ہدایت پر ایک بیٹی کی شادی قطب الدین ایبک
سے رچائی تو دوسری بیٹی کو بھی حسب ایما شہاب الدین کے دوسرے غلام ناصر الدین قباچہ سے بیاہ
گویا شہاب الدین نے اپنی دور اندیشی سے اپنے تینوں غلاموں کو ایسے رشتوں سے منسلک ک
کہ ان کی محبتیں نہ صرف قائم رہیں بلکہ افزوں ہوں ۔

بدبختی کہ قدم پھسل گئے

شہاب الدین غوری کی اس قدر پختہ تربیت
اور کردار سازی اور آپس میں رشتہ کر
نجت کے ساتھ رہنے کے دانشمندانہ اقدامات کے باوجود تاج الدین یلدوز اور پھر قطب الدین ا
نے بقول علامہ اقبال یہہ ثابت کر دیا کہ

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سرو کنارِ جو کا

جب قطب الدین ایبک لاہور میں رسومات تخت نشینی کی تکمیل کے بعد دہلی آیا تو تا
روز باوجود قطب الدین کا خسر ہونے کے لاہور پر لشکر کشی کر کے لاہور پر قبضہ کر لیا اس کی د
رف اس کی حرص تھی کہ وہ غزنی کو پایۂ تخت بنا کر شہاب الدین کی طرح ہندوستان پر بھی حکومت
ہے اس لحاظ سے اولاً اس نے پنجاب کو اپنے قبضہ میں کر لیا ۔ جوں ہی داماد صاحب قطب الدین

کو خبر ہوئی تو وہ فوراً ۶۰۳ھ ۱۲۰۵ء میں لاہور پہنچ گیا خسر اور داماد اور شہاب الدین کے پروردہ آپس میں ٹکرا گئے تاج الدین یلدوز داماد قطب الدین کا مقابلہ نہ کرسکا اور میدان جنگ سے فرار ہوکر توران ذکرمان کے راستے پہاڑی علاقے میں جا چھپا۔ اب اس فتح کے بعد داماد قطب الدین کامیابی کے نشے میں مست غزنی پہنچا اور وہاں کی حکومت پر قابض ہوکر عیش و عشرت کی ایسی محفلیں منعقد کی کہ بقول علامہ اقبالؒ ـــ

میں ان کی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں۔

گھر کو پھونک کر جو نام کیا جاتا ہے اس کے بعد رہ ہی کیا جاتا ہے نیک نام بدنامی میں تبدیل ہو جاتا ہے قطب الدین حافظ قرآن ہوتے ہوئے پینے پلانے کے شغل میں چالیس روز تک غزنی میں مصروف رہا۔ اہل غزنی نے تاج الدین یلدوز کو حالات کی خبر کر کے بلوایا جب وہ لشکر لئے آپہنچا تو قطب الدین عیش و عشرت میں مشغول تھا مقابلہ کے لئے تیار نہ تھا لہٰذا بدحواسی کے عالم میں سنگ سوراخ کے راستے سے شاہی محل سے نکل بھاگا اور سیدھا لاہور پہنچا۔

وفات

۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں چوگان کھیلتے کھیلتے گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ قطب کا جملہ دور حکومت بیس ۲۰ سال رہا ہے۔ سولہ سال بحیثیت گورنر دہلی شہاب الدین کی علاقتی میں اور چار برس خود مختاری کے ہیں۔ قطب الدین نے ایک دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ناصر الدین قباچہ کو دی اور ایک بیٹی شمس الدین التمش کو دی۔

تخت نشینی آرام شاہ

قطب الدین کی وفات پر اس کا نااہل بیٹا آرام شاہ تخت نشین کیا گیا اکثر علاقے قبضہ سے نکل گئے۔ امرائے قطب الدین کے غلام اور داماد التمش کو بدایوں سے بلوایا آرام شاہ نے مقابلہ کیا لیکن ہار گیا۔ ابوالمظفر سلطان شمس الدین التمش ۶۰۷ھ ۱۲۱۱ء پر تخت پر بیٹھا۔

قطب الدین کا دور حکومت

قطب الدین ایبک کا بیس سالہ دور حکومت میں سے سولہ سال شہاب الدین غوری کی زندگی میں بحیثیت سپہ سالار اور گورنر لائق تحسین اور بعد شہادت شہاب الدین قطب الدین کے چار سالہ دور حکومت نفس امارہ اور خواہشات کی زنجیروں میں اسیر ہوکر گزرے اور بقول علامہ اقبال اس کی زندگی نغان بے شرر بن کر رہ گئی۔

اک نغان بے شرر سینے میں باقی رہ گئی ؛ سوز بھی رخصت ہوا جاتی رہی تاثیر بھی

خود بخود زنجیر کی جانب کھنچا جاتا ہے دل ۔۔ تھی اسی فولاد سے شاید مری شمشیر بھی
جو مری تیغ دو دم تھی اب مری زنجیر ہے ۔۔ شوخ و بے پروا ہے کتنا خالق تقدیر بھی

(۳) شمس الدین التمش ایک غازی ایک مجاہد

جیساکہ بیان کیا جاچکا ہے شمس الدین التمش ۶۰۷ھ (۱۲۱۱ء) میں تخت دہلی پر بیٹھا - طبقا میں لکھا ہے کہ التمش ترکان قراختائی کے ایک بہت بڑے گھرانے کا فرد اور ایلم خان البری سردار کا بیٹا تھا - اس کو التمش اسلئے کہا جاتا ہے کہ وہ چاند گہن کی رات میں پیدا ہوا تھا حسین و خوبصورت تھا - اس کا قصہ بھی حضرت یوسف ؑ کے قصہ سے بالکل مشابہ ہے کہ چونکہ اسے بہت چاہتا تھا اسلئے اس کے حقیقی بھائیوں نے اس کے حسن و جمال اور لیاقت و فراست پر کرکے باغ کی سیر کے بہانہ باہر لیجاکر ایک سوداگر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا - اس سوداگر نے بخ صدر جہاں کے ہاتھ بیچا پھر حاجی بخاری سے حاجی جمال کے ہاں آیا اور حاجی جمال غزنی لایا اور لاکر قطب الدین ایبک کے ہاتھ دو غلام ایک لاکھ جیتل کے عوض بیچ دیا - قطب الدین ایبک ہیں کہ ایک غلام کو طغاج اور دوسرے کو التمش کا نام دیا - قطب الدین ایبک نے بیٹے کی طر کی اور اپنی بیٹی سے شادی کردی -

فتوحات

۶۰۷ھ (۱۲۱۱ء) کو آرام شاہ کو شکست دی - پھر تاج الدین نے پنجاب و تھانیسر پر قبضہ کرلیا تھا بعد جنگ اسیر کرکے قلعہ میں قید کیا جہاں وہ بحالت قید مرگیا - پھر اپنے ہم زلف ناصر الدین قباچہ کو جو اپنے حدود سے آگے بڑھ گیا تھا ۶۱۴ھ (۱۲۱۷ء) میں شکست دی قباچہ بھاگ گیا التمش تعاقب کرنے کے بجائے خ ہو رہا - اور دہلی واپس آگیا - ۶۱۵ھ کو پھر ناصر الدین کی شرارت کی بنا پر التمش کو جنگ ک اس بار قباچہ بھاگتے ہوئے دریائے سندھ میں سیلاب آنے کی بنا پر ڈوب کر مرگیا اس کا سارا ملک سندھ تک التمش کے قبضہ میں آگیا - ملک سنان الدین حبش والی دیول و سندھ التمش کی اطاعت قبول کرلی - ۶۲۲ھ (۱۲۲۵ء) میں التمش نے غیاث الدین حاکم بنگال کو زیر کرکے مطیع کیا اور اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور بڑے بیٹے کو ناصر الدین کا خطاب دے کر و مقرر کرکے دہلی واپس آیا -

جہادِ اوّل

سنہ ۶۲۳ھ میں سلطان التمش نے قلعہ رنتھمبور جس پر اب تک ستّر سے زیادہ بادشاہوں نے حملہ کرکے بھی بوجہ اس کے استحکام اسکو فتح نہ کیا تھا چند ہی مہینوں میں اس قلعہ کو فتح کرکے ایک ریکارڈ قائم کیا۔

جہادِ دوّم

سنہ ۶۲۹ھ میں سلطان نے گوالیار جو مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا فتح کرکے اسلامی حدود میں داخل کیا۔ اجین پر بھی مکمل قبضہ کرلیا اس نے مہاکال کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس مندر کی پائیداری کا اندازہ اس بات سے ہوگا کہ اس کی تعمیر میں تین سو (۳۰۰) سال صرف ہوئے تھے اور اسکی دیواریں ایک سو گز بلند تھیں۔ اس مندر سے التمش کے راجہ بکرماجیت کی مورت معہ دیگر مورتیاں ملیں تاریخ دربار آصف کی رو سے التمش نے ان سب کو دہلی کی مسجد کے نیچے دفن کروادیا اور بموجب تاریخ فرشتہ انہیں جامع مسجد کے دروانہ پر ڈال دیا کہ لوگوں کے پیروں سے بیچے ... جاتی رہیں۔ (دیکھو تاریخ دربار آصف ۱۹۱ فرشتہ ترجمہ ۲۰۵)

خلعت وعمامہ خلافت

سنہ ۶۲۶ھ میں خلیفہ مستنصر عباسی نے شمس الدین التمش کے لئے خلعت وعمامہ خلافت روانہ کیا۔ التمش نے بڑے احترام کے ساتھ اسکو زیب تن کیا بیحد خوش ہوا۔ خوشی میں اس نے اپنے امیروں اور درباریوں کو خلعتوں اور عطیوں سے سرفراز کیا اور تمام شہر کو دولہن کی طرح سجا دیا گیا۔

صدمہ و تسکین قلب

اسی دوران التمش جبکہ مسرت کے جشن میں گم تھا بڑے فرزند ناصر الدین حاکم لکھنوتی کے انتقال کی خبر آئی اس خبر نے خوشیوں کو کافور اور اسے بیحد مغموم کردیا۔ اسی دوران اس کے گھر سب سے چھوٹا لڑکا پیدا ہوا التمش نے اس کا نام ناصر الدین رکھا۔ جو خواندا (۵) غلامان کے آٹھویں بادشاہ کی حیثیت سے تخت پر رونق افروز ہوا اور ایک درویش صفت بادشاہ بن کر تاریخ میں نام پیدا کیا۔

ارادہ حوض شمسی اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر ومرشد حضرت قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں کہ التمش کو حوض شمسی تعمیر کروانے کا شوق دامن گیر ہوا اس سلسلہ میں روزانہ حضرت قطب الدین بختیار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حوض کی جگہ اور اس کے رقبے وغیرہ کے بارے میں ان سے بات چیت کرتا۔ ایک دن التمش کا گزر اس مقام سے ہوا جہاں اب حوض شمسی واقع ہے اس نے اسی

جگہ حوض کی تعمیر کا ارادہ کرلیا رات کو جب التمش سویا تو اس خوش نصیب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک گھوڑے پر سوار اور اس کے منتخب مقام پر گھوڑے پر تشریف فرما ہیں پوچھ رہے ہیں کہ تو کس امر کا خواہاں ہے؟ التمش جواب عرض کرتا ہے حضورؐ! اس مقام پر حوض تعمیر کرنے کا ارادہ ہے۔ التمش کی التجا، خواہش قبول بارگاہ رسالت مآبؐ ہوئی آپؐ کے گھوڑے نے زمین پر لات ماری جس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا اور زور و شور سے بہنے لگا۔ التمش کی آنکھ کھل گئی وقت تھوڑی رات باقی تھی۔ التمش اسی وقت حضرت قطب الدین بختیار کے پاس حاضر ہوا اور بڑے ادب و احترام سے اپنا خواب سنایا۔ التمش اسی وقت حضرت قطب الدین بختیارؒ کو اپنے ساتھ لئے اس جگہ پہنچا۔ حضرت بختیارؒ نے شمع کی روشنی میں دیکھا کہ وہاں ایک چشمہ فی الواقعی پھوٹا ہوا ہے اور اس کا پانی ہر چہار طرف بہہ رہا ہے۔ اس واقعہ کو تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ ہندوستان کے دیگر بزرگوں کے ملفوظات میں بھی درج کیا گیا ہے۔

التمش کی بہ زمانہ غلامی مدد و ہدایت

التمش کا بیان ہے کہ وہ جب بخارا میں غلام تھا اس کے آقا نے ایک روز اسے انگور لانے کا حکم دیا۔ بازار میں وہ سکہ گر گیا اور بعد تلاش پر بھی نہ ملا۔ وہ عالم پریشانی میں ایک جگہ رونے لگا۔ یکایک ایک فقیر وہاں سے گزرے اور انگور خرید کر اسے دیئے اور نصیحت کی کہ خدا تجھے بادشاہ بنا دے تو فقیروں حاجت مندوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا جیسا کہ اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا ہے۔

مسلمانوں کا ہندوستان آنے کے بعد ذوق سماع اور ردّ و قدح

التمش کے عہد حکومت کا ایک واقعہ تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ ایک بار قاضی حمید الدین ناگوری دہلی قیام پذیر ہوئے اور ہدایت و رہنمائی کے فرائض انجام دینے لگے۔ قاضی صاحب کا فقرائے کے اس گروہ سے تعلق تھا جو سماع کو پسند فرماتے تھے۔ اس وجہ سے ان کی خانقاہ میں روزانہ محفل سماع ہونے لگی۔ علمائے عماد الدین اور ملا جلال الدین نے روش سماع پر شرعی اعتراضات کئے اور معاملہ نے اس قدر طول کھینچا کہ ان علماء نے التمش پر زور دیا کہ اس محفل سماع کو ذریعہ فرمان بند فرما دیا جانا چاہیئے۔ التمش نے علماء اور قاضی صاحب کو دربار میں بلوایا کہ آپس میں بحث کریں۔ علماء کے سوال پر کہ آیا سماع ازروئے شریعت جائز ہے قاضی صاحب نے جواب دیا کہ "سماع اہلِ حال کے لئے جائز اور اہلِ قال کے لئے حرام ہے"

دینے کے بعد ہی قاضی صاحب التمش سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ عالیجناب کو اپنے بچپن کا وہ واقعہ تو یاد ہوگا کہ جب آپ بغداد میں غلام تھے اور ایک مجلس سماع جس کا میں صدر تھا آپ کے مالک کے گھر منعقد ہوئی تھی اور آپ تمام رات محفل میں شمع ہاتھ میں لئے کھڑے رہے تھے۔ ان اہلِ دل فقرا کی دعاؤں نے آج آپ کو تخت شاہی عطا فرمایا ہے۔ التمش کو زمانہ غلامی یاد آگیا آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے قاضی صاحب کی بیحد تعظیم کی۔ محفل سماع کو ممنوع قرار دینے کا فرمان کا ارادہ نہ صرف ترک کر دیا بلکہ قاضی صاحب کی محفل سماع میں شرکت کرنے لگا۔ مگر بہر حال آج تک مسلمانوں میں سماع اور حال و قال کے مسئلہ پر ردّ و قدح جاری ہے۔ علامہ اقبالؔ نے بالِ جبریلؑ میں اس طرح روشنی ڈالی ہے اور فرماتے ہیں۔

شعور و ہوش و خرد کا معاملہ ہے عجیب ؎ مقام شوق میں ہیں سب دل و نظر کے رقیب
میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا ؎ مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

پھر ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں:۔

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال ؎ مُلّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
شاعر کی نوا مُردہ و افسردہ و بے ذوق ؎ افکار میں سرمست! نہ خوابیدہ نہ بیدار!
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو ؎ ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار!

پھر ایجاد معانی کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

ہر چند کہ ایجادِ معانی ہے خدا داد ؎ کوشش سے کہاں مردِ ہنر مند ہے آزاد!
خونِ رگِ معمار کی گرمی سے ہے تعمیر ؎ میخانۂ حافظ ہو کہ بت خانۂ بہزاد!
بے محنتِ پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا ؎ روشن شررِ تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد!

پھر موسیقی کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

وہ نغمہ سردیٔ خونِ غزل سرا کی دلیل ؎ کہ جس کو سن کے ترا چہرہ تابناک نہیں
نوا کو کرتا ہے موجِ نفس سے زہر آلود ؎ وہ نے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں!
پھرا میں مشرق و مغرب کے لالہ زاروں میں ؎ کسی چمن میں گریبانِ لالہ چاک نہیں!

لامہ پھر ضبط کے عنوان پر لکھتے ہیں:۔

طریقِ اہلِ دنیا ہے گلہ شکوہ زمانے کا ؎ نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ درویشی
یہ نکتہ پیرِ دانا نے مجھے خلوت میں سمجھایا ؎ کہ ہے ضبطِ فغاں شیری، فغاں روباہی و میشی!

علامہ پھر رقص و موسیقی کا عنوان دے کر لکھتے ہیں :

شعر سے روشن ہے جان جبرئیل و اہرمن ؛ رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرور انجمن
فاش یوں کرتا ہے اک چینی حکیم اسرار فن ؛ شعر گویا روح موسیقی ہے رقص اس کا بدن !

پھر رقص کے تعلق سے علامہ فرماتے ہیں :-

چھوڑ و یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ ؛ روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم اللّٰہی
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن ؛ صلہ اس رقص کا درویشی و شاہنشاہی !

التمش کی وفات

سلطان التمش ملتان اور پنجاب کے لئے کوچ کیا تھا لیکن راستے ہی میں بیمار ہوگیا۔ دہلی واپس ہوگیا۔ اس بیماری نے اس کو مرگ پر ڈال دیا۔ دہلی آکر (۱۹) روز بحالت بیماری بسر کئے آخر ۲۰ شعبان ۶۳۳ھ م اپریل ۳۶ء کو یہ مرد حق اللہ کو پیارا ہوگیا مدت حکومت ۲۶ سال رہی یعنی ۶۰۷ھ (۱۲۱۱ء) تا ۶۳۳ھ (۱۲۳۶ء) تک

سلطان التمش کی تعمیر شدہ یادگاریں حوض شمسی ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے دوسرے قطب کی لاٹھ ہے یہ لاٹھ عجائب روزگار ہے اب تک پانچ کھنڈ موجود ہیں اور اسّی گز اونچی ہے ورنہ پہلے سات کھنڈ تھے اور سو گز بلند تھی اس کا محیط بنیاد میں پچاس گز اور آخر پر دس گز ہے اس میں ۳۷۸ چکردار زینے بنے ہوئے ہیں۔ مگر دراصل شمس الدین التمش کا جہاں ان تعمیرات سے نہیں ہے جسکو اس نے اینٹ اور پتھر اور چونے سے تعمیر کیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شمس الدین کی محنت جفاکشی حسن اخلاق مذہب سے لگاؤ، عشق رسولؐ نے اس کا ایک ایسا جہاں بنایا ہے جو کبھی فنا نہیں ہوسکتا جیسا کہ اقبال نے

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر ؛ نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر !
وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا ؛ یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

اللہ شمس الدین التمش کی روح پر اپنی رحمتیں تا قیامت نازل فرمائے (بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے) اب ہم دیکھیں گے کہ اس نیک مرد خدا کے بعد :

دیکھئے اس بحر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا ؟

(اقبالؒ)

۴- رکن الدین فیروز شاہ (عیش پرست)

سلطان التمش کے بعد ۶۳۳ھ منگل کے روز اسکا بیٹا رکن الدین فیروز شاہ تخت نشین ہوا مگر یہ باپ کے بالکل برعکس نکلا، شب و روز عیش و عشرت ۔ باپ کے جمع کئے خزانے بے دردی سے گویوں اور بھانڈوں پر صرف ہونے لگے۔ حکومت کے تمام انتظامات اپنی ماں "شاہ ترکان" کے سپرد کرکے خود دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوکر سارا وقت پینے پلانے اور عیاشی کی نذر کرنے لگا۔ اس کی ماں شاہ ترکان ایک ترکی لونڈی تھی اور بہت ہی کینہ ور عورت ۔ اس نے التمش کی نکاحی بیاہی بیویوں کو بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کروا ڈالا۔ حرم کی ترکی معزز خواتین بھی اس کی آتش حسد سے محفوظ نہ رہ کر مفلسی اور غربت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئیں۔ شاہ ترکان نے نہ صرف التمش کے حرم میں داخل عورتوں پر بھی ظلم ڈھایا بلکہ التمش کی اولاد پر بھی ظلم و ستم کی انتہا کردی ۔ چھوٹا لڑکا قطب الدین شاہ اسی ظالم عورت کے حکم و اشارے سے قتل کیا گیا ۔ ظلم و ستم کی اس شدت نے سب کو پریشان کر ڈالا۔ آخر التمش کے عہد کے مشہور امرائے نے باہم مشورہ کرکے التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ کو اپنا زمام روا تسلیم کرکے تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ رضیہ نے شاہ ترکان کو گرفتار کرکے نظر بند کردیا۔ رکن الدین نے رضیہ سلطانہ سے جنگ کی اور شکست کھایا، قلعہ میں نظر بند کردیا گیا۔ کچھ دنوں بعد اسیری میں مرگیا، مدت حکومت صرف (۶) ماہ (۸) دن ہے ۔

۵- رضیہ سلطانہ بنت التمش

رضیہ سلطانہ میں تمام مورخین متفق ہیں کہ حکمرانی کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔ عقل و فہم حسن تدبر و سیاست کے لحاظ سے لاجواب تھیں، قرآن کی تلاوت بے حد ادب اور تعظیم کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔ مذہبی معلومات پر بھی عبور اور علوم و فنون پر بھی اس کی بڑی گہری نظر تھی۔ باپ کی زندگی میں اس کا ہر مشورہ کامیاب قابل قدر و قابل عمل مان لیا گیا تھا اور التمش نے خاص امراء کی موجودگی میں اس کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ امرائے بیٹوں کی موجودگی پر بیٹی کی جانشینی پر اعتراض کیا تو سلطان نے رضیہ سلطانہ کی خوبیوں اور صلاحیتوں اور بیٹوں کے چال و چلن عیش و عشرت کی بناء پر انہیں نا قابل قرار دیا تھا۔ ۶۳۴ھ میں رضیہ سلطانہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوئیں اور حکمرانی کے فرائض انجام دینے پر دہ ترک کر دیا اور لباس مردانہ پہن کر دربار کیا کرتی تھی جبکہ اللہ پاک قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔

"اپنے گھروں میں ٹہری رہو اور بے پردہ نہ رہو۔ جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی"۔ (سورہ الاحزاب سورت ۳۳، پارہ ۲۱ و ۲۲)

بہرحال رضیہ سلطانہ ایک چنگاری وشرارہ بن کر چمکی۔ باپ کے نقشِ قدم پر چل کر انصاف اور سخاوت کو پھر زندہ کیا اور رکن الدین کے عہد کی تمام خامیاں یک لخت بند کر دیں۔ چند نامی گرامی امراء مثلاً نظام الملک محمد جنیدی وزیر سلطنت علاء الدین شیر خانی ملک سیف الدین کوچی وغیرہ نے اس کے خلاف بغاوت کی بڑی حسنِ خوبی سے ان اُمراء کی قوت کو منتشر کر کے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور عوام کے دِلوں پر اپنا سکّہ بٹھا دیا پھر سلطنت کی تنظیم کی طرف توجہ کی۔

یاقوت حبشی کا اقتدار اور رضیہ سلطانہ کا زوال

سب کچھ ہوا لیکن قرآن کی صداقت کے اظہار کا وقت آگیا۔ جمال الدین یاقوت حبشی جو امیر آخور تھا دربارِ شاہی پر چھا گیا اور رضیہ سلطانہ کے دِل میں کچھ ایسا گھر کر لیا کہ امیر الامراء بن گیا۔ نوبت ایجا رسید کہ جب رضیہ گھوڑے پر سوار ہونے لگتی تو وہ اس کی بغلوں میں ہاتھ دیکر گھوڑے پر سوار کرواتا۔ یہہ دیکھکر دربار کے امراء کی غیرت جاگ اٹھی۔ ایک طرف وہ یاقوت حبشی کے دشمن ہوگئے تو دوسری جانب رضیہ سلطانہ کے اقبال کا ستارہ تاریکی کے نذر ہونے لگا۔ بغاوتوں کا آغاز ہوا۔ ترک امرائے نے یاقوت حبشی کو قتل کر دیا اور رضیہ سلطانہ کو گرفتار کرا کے قلعہ بھٹنڈہ میں نظر بند کر کے معزالدین بہرام شاہ بن التمش کو تخت نشین کر دیا۔ یہاں رضیہ نے حاکم قلعہ ملک التونیہ کو جال میں پھنسا یا اور اس سے شادی کر لی اور اس کی مدد سے فوج جمع کر کے دو مرتبہ بہرام شاہ کا مقابلہ کیا ہار اب اس کا مقدر بن چکی تھی۔ ہر مرتبہ فرار ہونے پر مجبور ہوئی۔ تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے کہ چند زمینداروں نے رضیہ سلطانہ اور ملک التونیہ کو گرفتار کیا اور ان میاں بیوی کو قتل کر دیا یا پھر گرفتار کر کے بہرام شاہ کے سامنے پیش کیا اور اس کے حکم سے ۲۵ ربیع الاول ۶۳۷ھ ان دونوں کو قتل کر دیا گیا مگر ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب رضیہ سلطانہ شکست کھا کر بھاگی تو بھوک کے مارے ایک دن اس کا بُرا حال تھا ایک کسان سے کھانا مانگ کر کھایا اور وہیں سو رہی۔ اس وقت یہ مردانہ لباس میں تھی کسان نے دیکھا کہ اس کے کپڑوں کے نیچے ایک قبا مرصع ہے۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت ہے حرص میں قتل کر ڈالا۔ قیمتی لباس اور زیور اور گھوڑا لے لیا جب ان کو فروخت کرنے بازار گیا تو اہلِ بازار نے کوتوال کو اطلاع دی۔ کوتوال نے خوب مارا تو اس نے قتل کا اعتراف کیا۔ لاش کو بتلایا۔ بہرام شاہ کے حکم سے لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا گیا اور جمنا کے کنارے شہر سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دفن کر دیا گیا۔ رضیہ سلطانہ کا دورِ حکومت تین سال چھ ماہ چھ دن رہا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

...ہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منت غیر ؎ غیر کے ہاتھ میں ہے جوہر عورت کی نمود!
...ز ہے اس کے تپ غم کا یہی نکتہ شوق ؎ آتشیں لذت تخلیق سے ہے اس کا وجود
...ملتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرار حیات ؎ گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود!

عورت کی حفاظت

...ک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور ؎ کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
...ے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی ؎ نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
...س قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا ؎ اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

آزادیٔ نسواں

...س بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا ؎ گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند
...یا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب ؎ پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
...ں راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش ؎ مجبور ہیں، معذور ہیں، مردان خردمند
...یا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ ؎ آزادیٔ نسواں کہ زمرد کا گلوبند؟

پہلی غلطی شمس الدین التمش جیسے مذہب کے پابند حاکم نے کی تھی کہ مذہب کا پابند ہوکر ...یت فی السلام کے اصول کو تسلیم نہ کرکے اپنے ہی خاندان میں بادشاہت رکھنے کی کوشش کی ...یہ جانتے اور مانتے ہوئے کہ بیٹے نااہل اور عیاش ہیں۔ پھر دوسری غلطی یہ کی کہ ایک ...ت شاہی پر بٹھلانے کی وصیت کی جس کی مثال تاریخ اسلام نے پیش ہی نہیں کی تھی اور احکام ...ع تھے۔ تیسری غلطی جو التمش سے سرزد ہوئی وہ یہ کہ بیٹی کو ناکتخدا چھوڑا اور اس کے عقد کی فکر ...کے بعد کی غلطی امراء کی ہے کہ جب پہلی مرتبہ انہوں نے عورت کو تخت پر بٹھانا نامناسب سمجھا تھا ...مرتبہ یہ ارتکاب غلطی کیوں کی؟ نہ باپ نے نہ امراء نے اس کے شوہر کے انتخاب کی فکر کی نہ ...ے خود اپنے لئے شوہر کا انتخاب تخت نشینی کے قبل کرکے نکاح کیا جس کا بھیانک نتیجہ یاقوت حبشی ...کی صورت میں ظاہر ہوا جبکہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ "نکاح میری سنت ہے جس نے اس سنت سے ...کی وہ مجھ سے نہیں۔" اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کے نتائج بھی دنیا نے دیکھ لئے۔

(۶) معیز الدین بہرام شاہ بن التمش (مجبور محض بادشاہ)

رضیہ سلطانہ کو نظر بند کرنے کے بعد ۲۸ رمضان ۶۳۷ھ منگل کے دن معیز الدین بہرام شاہ کو امراء نے تخت نشین کیا۔ بہرام شاہ مجبور محض و برائے نام بادشاہ تھا۔ تمام اقتدار ملک اختیار الدین ایتگین اور نظام الملک کے ہاتھوں میں تھا۔ بہرام شاہ نے دو ترک سپاہیوں سے کام لے کر ایتگین کو دربار ہی میں ختم کروا دیا اور ان سپاہیوں نے جو دربار میں گھس کر دیوانوں کا پاٹ کر رہے تھے نظام الملک کو بھی زخمی کر دیا نظام الملک جب تندرست ہوا تو اس نے امراء کو بادشاہ کے خلاف بھڑکایا۔ امراء نے مشتعل ہو کر بادشاہ کا تین ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ آخر ۸ ذیقعدہ ۶۳۹ھ کو گرفتار کر کے نظر بند پھر قتل کر دیا۔ مدت حکمرانی دو سال ڈیڑھ ماہ ہے۔ بقول علامہ اقبال اس بادشاہ کی تعریف یہ

تیرا گنہ کہ تخیل بلند کا ہے گناہ تیری نگاہ دفتر دانا ہاتھ سے گونا

(۷) علاء الدین مسعود شاہ (بہتر پھر بدتر)

علاء الدین مسعود کو امراء نے ۶۳۹ھ میں تخت پر بٹھایا۔ وہ رکن الدین فیروز شاہ شاہ چہارم کا بیٹا تھا۔ نظام الملک وزارت کے عہدے سے سرفراز ہوا اور ملک قراقش کو امیر حاجب بنایا گیا۔ نظام الملک خود مختارانہ انداز سے حکومت کے فرائض انجام دینے لگا۔ امراء کو اس کی مطلق العنانی پسند نہ آئی۔ سب نے مل کر اس کو ۲ جمادی الاول ۶۴۰ھ چہارشنبہ کے دن قتل کر دیا۔ نئے انتظامات کے تحت سلطنت کا انتظام بہتر انداز سے ہونے لگا۔ اور رعایا اطمینان کا سانس لینے لگی۔ ۶۴۲ھ میں لکھنوتی پر بموجب تاریخ فرشتہ و تاریخ دربار آصفیہ مغلوں نے حملہ کیا لیکن بعض دیگر تواریخ کی رو سے مغلوں نے نہیں بلکہ جاج نگر کے راجہ نے حملہ کیا تھا جاج نگر چھوٹا ناگپور اور مغربی اڑیسہ کے درمیان واقع ہے۔ بادشاہ نے لشکر روانہ کر کے دشمن کو بھگا دیا۔ ۶۴۳ھ میں مغلوں نے قندھار اور طالقان کی جانب سے سندھ کے نواح میں حملہ کیا۔ علاء الدین اس بار خود روانہ ہوا۔ مغل بھاگ گئے علاء الدین دہلی واپس آ گیا۔ علاء الدین نے اپنے دونوں چچاؤں یعنی التمش کے بیٹوں ناصر الدین اور جلال الدین کو جو قید میں تھے آزاد کیا اور ان کی بے حد عزت و تکریم کی ناصر الدین کو صوبہ بہرائچ کا اور جلال الدین کو قنوج کا حاکم مقرر کیا جہاں وہ بہت مقبول ہوئے۔

رضیہ :- ۶۴۳ھ میں علاء الدین مسعود میں تبدیلیاں آگئیں۔ بادہ خواری اور عیش کوشی شیوہ بنالیا اور انصاف کی صفت سے محروم ہو کر ظلم و ستم اور جائیدادوں بطی کے سوا دوسرا کام نہ رہا۔ انتظامات سلطنت برہم اور ملک میں فساد ہونے لگا۔ آخر ۲۶ سر ۶۴۴ھ کو امراء نے اس کو اسیر کر کے قید میں ڈال دیا جہاں وہ بحالت اسیری فوت ہوا ت حکومت چار (۴) سال ایک ماہ ہے۔ التمش کے بیٹے ناصر الدین محمود کو بادشاہ بنالیا۔

بقول علامہ اقبال علاء الدین کی زندگی اور زوال کا راز

بے حضوری ہے تری موت کا راز ؎ زندہ ہو تو بے حضور نہیں
ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا ؎ تو ہی آمادہ ظہور نہیں

(۸) مرد مومن و مجاہد ناصر الدین محمود

جب التمش کے بڑے بیٹے ناصر الدین کا انتقال ہوا تو التمش کو بے حد صدمہ ہوا ن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اسی زمانے میں التمش کو ایک لڑکا تولد ہوا تھا جس کا نام اس نے ناصر ن مرحوم بیٹے کی یاد تازہ رکھنے رکھا۔ اس نام نے واقعی اپنے نام کی تاثیر و معنی دکھائے یہ بچہ واقعی دین کا معاون و حامی ثابت ہوا۔ التمش کا نام روشن کیا۔ التمش نے اس تعلیم و تربیت کی خاص توجہ کی تھی۔ علاء الدین مسعود کے عہد حکومت میں سر بہرائچ اکم مقرر ہوا اس نے غیر مسلموں سے جہاد کئے اور اپنے صوبہ کو خوب معمور اور دو آراستہ اور انصاف و رعایا دوستی کو شیوہ بنا کے بڑی شہرت اور ہر دلعزیزی حاصل لی تھی وہ واقعی حکمرانی کیلئے محمود و مبارک تھا۔

ناصر الدین محمود ۲۶ محرم ۶۴۴ھ کو بہرائچ سے امراء کے بلوانے پر آکر اپنے باپ کے نقیبوں میں تخت حکومت پر رونق افروز ہوا۔ یہ بہادری، عبادت، ریاضت، سخاوت ایک مرد مومن کا مکمل نمونہ تھا۔ بقول علامہ اقبال

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت ؎ یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

ناصر الدین محمود نے وزارت کا عہدہ التمش کے محبوب و لائق غلام اور داماد غیاث ن بلبن کو خان اعظم الغ خاں کا خطاب دیکر عطا کیا اور بلبن کو تنہائی میں لے جا کر کہا:- میں نے تمہیں اپنا نائب مقرر کیا ہے اور خدا کی مخلوق پر حکمران بنایا ہے۔ تم کبھی کوئی ایسا خدارا نہ کرنا کہ مجھے خدا کے سامنے جوابدہ اور شرمندہ ہونا پڑے"۔ ناصر الدین محمود کے

بادشاہ ہوتے ہی رعایہ کو ایک لائق بادشاہ اور قابل وزیر کا دور میسّر آگیا۔

جہاد اوّل : ۱۱ ماہ رجب تخت نشینی کے سال ناصر الدین بمشورہ بلبن اور ہمراہ بلبن ملتان پر فوج کشی کی یکم ذیقعدہ کو دریائے راوی کو پار کر کے آب سوورہ کے کنارے جا پہنچا اور آگے بلبن کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ بلبن نے کوہ جود اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو خس وخاشاک سے پاک وصاف کیا باغیوں اور کھکروں کو قتل کیا اور ضروری انتظامات بعد ناصر الدین دہلی معہ بلبن واپس آگیا۔

جہادِ دوّم : ۲ شعبان ۶۴۵ھ کو ناصر الدین محمود نے دوآب کا سفر کر کے بڑی محنت اور جانفشانی سے برتھ کا قلعہ جو مقام قنوج کے قریب ہے فتح کر لیا۔ اسی سال ۱۰ ذیقعدہ کو کڑہ کی طرف روانہ ہوا اور بلبن کو اپنے لشکر کا پیشرو بنا کر روانہ کیا۔ راجہ دکلی ملکی سے کئی جنگیں ہوئیں بے حد مال وغنیمت ہاتھ آیا فتح کے ساتھ ہی کالنجر اور کڑے سے لے کر مالوہ تک تمام علاقے مسلمانوں کے زیرِ نگیں آگئے۔

جہادِ سوّم : ۲۶ شعبان ۶۴۰ھ کو ناصر الدین محمود نے رنتھنبور اور کوہ پایہ میوات کے علاقے فتح کئے بہت سامالِ غنیمت حاصل ہوا۔

مغلوں کی سرکوبی : سلطان التمش کے عہد سے مغلوں کی مختلف حصّوں میں لوٹ مار ایک وبا کی صورت وقفہ وقفہ سے اختیار کر چکی تھی ۶۴۸ھ م ۱۲۵۰ء میں دریائے سندھ میں مغلوں نے یورش کر دی بحکم شاہ ناصر الدین محمود شیر خاں نے مغلوں کی خوب سرکوبی کی پھر ۶۴۸ھ میں سرکش حاکم ملتان شیر خاں کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔ ۶۴۹ھ میں اعز الدین بلبن بزرگ صوبہ دار ناگور اور اوچہ کی سرکشی کا خاتمہ کیا۔

شاہ کی شادی : ۶۴۷ھ میں سلطان ناصر الدین محمود نے بلبن کی بیٹی سے شادی کی۔

۱۵ ذاتِ عورت ضعیفی میں غلبہِ شہوت

عورت جس کے بارے میں علامہ اقبال نے ضربِ کلیم میں بعنوانِ خلوت فرمایا ہے۔ ؎

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ وابتر

سلطان ناصر الدین محمود جیسے متقی بادشاہ کی ماں کو ضعیفی میں جذبہ شہوت نے غلبہ کیا یا عاشقی کی بچی یا بقول حضرت اقبال ذوقِ نظر اپنے حدوں سے بڑھ گیا تو اس ملکہ جہاں نے عالم ضعیفی

(۶۵۳ھ) میں قتلغ خاں سے نکاح کر لیا اپنے شوہر قتلغ خاں کو بادشاہ بنانے اور خود ملکہ تا مرگ قائم رہنے کے خیالِ خام کے تحت قتلغ خاں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ سلطان ناصر الدین کو صدمہ تو ہوا لیکن قتلغ خاں کو اودھ کا جاگیردار بنا کر دہلی سے رخصت کر دیا پھر بہرائچ کا حاکم مقرر کیا۔ لیکن قتلغ خاں نے بغاوت کر ہی دی اور شاہی فوجوں سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ایسی عورت جو علم دین سے بیگانہ ہو کر عشق و محبت کے بحر میں غوطہ زن ہو جاتے تو علامہ اقبال ایسے علم و ہنر کو عشق و محبت کے لئے موت قرار دیتے ہیں۔ چونکہ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے ادھم بیگانہ تھی۔

بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

جہادِ چہارم:

۵ شعبان ۶۴۹ھ کو قلعہ ٹرور پر سلطان نے لشکر کشی کی۔ راجہ جاہر دیو نے ایک قلعہ پہاڑ کے اوپر تعمیر کر رکھا تھا۔ وہ پانچ ہزار سواروں اور ایک لاکھ پیادوں کا لشکر لئے آ ٹکرایا۔ زبردست جنگ ہوئی۔ راجہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ناصر الدین نے بعد محاصرہ قلعہ فتح کر لیا۔ پھر سلطان نے چندیری اور مالوہ کا رخ کیا اور قابل امیروں کو مقرر کر کے واپس آ گیا۔

ہلاکو خاں کا قاصد:

۶۵۷ھ ۱۲۵۹ء میں چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کا قاصد سلطان ناصر الدین محمود کے دربار میں حاضر ہوا قاصد کی آمد پر شاندار تیاریاں کی گئیں ڈھائی لاکھ فوج اور دو ہزار ہاتھیوں کا اس تنظیم کے ساتھ مظاہرہ کرتے ہوئے استقبال ہوا کہ شان و شوکت و دبدبہ اور فوجی قوت سے وہ مرعوب ہو کر گیا نتیجہ یہ مفید ثابت ہوا کہ مغلوں نے کئی سال تک ہندوستان کا رخ نہ کیا

جہادِ پنجم:

۶۵۸ھ کو سلطان نے کوہ پایہ انتھنور اور سوالک پر لشکر روانہ کیا چونکہ میوات اور سوالک کے راجہ نے بے شمار لشکر جمع کیا تھا۔ بڑی شجاعت اور تدبر سے خان اعظم نے یہ معرکہ سر کر کے فتح پائی۔

وفات: ۶۶۳ھ میں ناصر الدین محمود بیمار ہوا۔ ۱۱ جمادی الاول ۶۶۴ھ کو اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر دی (بیشک ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس مرد مومن کا دور حکومت ۲۲ سال سے کچھ زائد رہا۔

ناصر الدین محمود کا کردارِ محمود:

نظام الدین احمد مشہور مورخ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے جس سے سب تواریخ متفق ہیں کہ سلطان ناصر الدین

ہر سال اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کے دو نسخہ جات کتابت کرتا تھا اور ان کا جو ہدیہ ملتا تھا اس سے وہ اپنے کھانے پینے کا سامان کرتا تھا۔ ایک بار ایک امیر نے بادشاہ کے ہاتھ کے لکھے قرآن شریف کو معمول سے زیادہ ہدیہ پر لیا۔ بادشاہ کو یہ بات ناگوار گذری اور ہدایت کی کہ آئندہ سے اسکے ہاتھ کے لکھے قرآن خفیہ طور پر ان قیمتوں پر ہدیہ کئے جائیں جو بازار میں رائج ہیں۔

ناصر الدین کے گھر میں اس کی بیوی کے علاوہ کوئی خادمہ یا کنیز وغیرہ گھر کے کام کاج کے لئے نہ تھی بلکہ خود ہاتھ سے کھانا پکاتی اور گھر کے کاروبار انجام دیتی ایک روز ملکہ نے سلطان ناصر الدین محمود سے کہا "روٹی پکاتے پکاتے میرے ہاتھوں میں سوزش ہوگئی ہے اگر کوئی لونڈی اس کام کے لئے خرید لی جائے تو کیا ہرج ہے"۔ سلطان نے ملکہ کو جواب دیا سرکاری خزانہ پر صرف رعایا کا حق ہے مجھے کیا حق ہے کہ اپنی ذاتی آسائش و آرام کے لئے عوام کے خزانہ سے روپیہ لے کر لونڈی خریدوں تمہیں دنیاوی تکالیف کا بدلہ اللہ پاک آخرت میں اچھا دینگے"

احترام رسولِ پاک ﷺ

سلطان ناصر الدین محمود کا ایک مصاحب کا نام محمد تھا سلطان اسی نام سے اس کو پکارتا تھا۔ ایک روز سلطان نے اس مصاحب کو "تاج الدین" کہہ کر آواز دی۔ مصاحب نے اس وقت تو بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن جب اپنے گھر گیا تو تین دن تک بادشاہ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ بادشاہ نے طلب کرکے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا۔ مصاحب نے کہا کہ آپ مجھ پر خفا اور شاید بدگمان ہیں کہ مجھے اصلی نام سے پکارنا نہیں چاہتے۔ اسی پریشانی و بے چینی میں تین دن میں نے بسر کئے۔ بادشاہ نے قسم کھا کر کہا کہ "میں ہرگز تم سے بدگمان ہوں نہ خفا جس وقت تم کو تاج الدین کے نام سے پکارا تھا اس وقت میں باوضو نہ تھا" تو بغیر وضو محمد ﷺ کا مقدس نام اپنے زبان پر کیسے لاتا۔ بقول علامہ اقبال اس سلطان ناصر الدین محمود کی زندگی ایسی مومنانہ تھی کہ۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن ۔۔ گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز ۔۔ آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمٰن
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن ۔۔ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
اسکی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل ۔۔ اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نقطۂ پرکار حق مرد خدا کا یقین ۔۔ اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز

...یاث الدین بلبن :

غیاث الدین بلبن کا تعلق ترکوں کی قراختائی اور البری قبیلے سے تھا۔ اس کا باپ دس ہزار گھرانوں کا سردار تھا مغل ...تے ہوئے جب ترکستان پہنچے تو دوسروں کی طرح اس کو بھی گرفتار کر کے خواجہ جمال الدین بصری ...ت کر ڈالا۔ خواجہ جمال کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کا بادشاہ التمش اسی نسل کا ...اس نے دہلی پہنچ کر دوسرے ترکی غلاموں کے ساتھ بلبن کو بھی اور بڑی بھاری قیمت پر فروخت ...اپنے وطن واپس ہوا۔

...کی صورت اور سیرت :

بلبن کے تعلق سے ابن بطوطہ نے فقیر بنجاری کے تذکرے کرنے کی بناء پر لکھا ہے کہ بلبن کو میں نے دیکھا وہ نہایت کوٹا قد اور ...بد منظر تھا۔ جب سو غلام التمش کے سامنے بغرض خریدی پیش کئے گئے تو التمش نے سوائے بلبن ...ب کو خرید لیا اور بلبن کو خریدنے سے بوجہ بدصورتی انکار کر دیا جیسا کہ التمش کے حالات میں ...ا چکا ہے کہ التمش حسن و جمال میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ جب بلبن کو التمش نے نہ خریدا تو التمش ...بن نے پوچھا یہ سب غلام آپ نے کس لئے خریدے ہیں۔ سلطان نے ہنس کر جواب دیا کہ میرے ...بلبن نے کہا یہ سب غلام آپ نے اپنے نفس کے لئے خریدے ہیں۔ مجھے اللہ کے لئے خرید لیجئے ...لطان متاثر ہوا اور فوری خرید لیا۔ یہی بدصورت غلام اپنے کردار اور اوصاف سے التمش کے ...یں گھر کرتا ترقی کے اس زینہ پر پہنچا کہ سلطان التمش کے شرف دامادی سے مشرف ہوا۔ محمود ...ی کے حالات جلد اوّل میں ہم لکھ آئے ہیں کہ محمود غزنوی بھی بدصورت اور چیچک زدہ تھا مگر ...اف نے اوسے ہر دلعزیز اور قسمت نے مقام بلند تک بلحاظ اعمال پہنچایا یہی حال بلبن کا بھی نظر ...ہے، جیسا کہ علامہ اقبال فرماتے ہیں :

...ل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بلبن شاہ چہارم رکن الدین فیروز شاہ کے زمانے ہندوستانی ترکوں کا امیر اعلیٰ پھر شاہ ...شتم کے عہد حکومت میں ترقی کرتے ہوئے میر شکاری اور آگے بڑھتے ہوئے امیر آخور کے ...ب اعلیٰ پر فائز ہو کر پھر امراء کی فہرست میں داخل ہو گیا۔ پھر ہانسی اور ریواڑی کی جاگیر ...ی عطا ہوئی۔ اپنے جاگیر کے بہترین انتظامات کر کے غیر مسلم سرکش میواتیوں کو شکست دیکر ...بہادری کے ڈنکے سارے ملک میں بجا کر مشہور ہو گیا اور شاہ ہشتم ناصر الدین محمود کے عہد ...مت میں وزارت کے عہدے جلیلہ پر فائز ہو کر کیا بلحاظ شجاعت اور کیا بلحاظ تنظیم سلطنت

وسیاست ہر لحاظ سے اپنا لوہا منوالیا۔

تخت نشینی :۔ ناصر الدین محمود کے مبارک عہد کے ختم ہوتے پر چونکہ اسکا کوئی ا
تھا بلا کسی رکاوٹ کے ۶۶۳ھ میں بلبن تخت نشین ہو گیا جکو
ہی صلاحیتوں کے ایسے مظاہرے دکھائے کہ سارا ملک اس کی آہنی گرفت میں آگیا
باشعور سمجھ دار ہوشیار ذی وقار حکمران کے روپ میں تاریخ میں نظر آتا ہے۔

بیرونی شہزادوں کی آمد :۔ بلبن کے زمانے حکومت میں چنگیز خاں کی ہنگامہ خ
ہاتھوں ذی عصر لوگ اور کئی ملکوں کے متعدد شہزا
کے ہاں باحیثیت مہمان پناہ لیتے تھے جس پر وہ اللہ کے دربار میں سجدہ شکر بجالاتا
مہمانوں کے لئے علٰحدہ علٰحدہ محلے قائم کرتا ان وسیع محلہ جات کی تعداد پندرہ[۱۵] تک ہ

دربار کی شان وشوکت :۔ بلبن کے عہد میں اہل سیف واہل قلم اور ایکد
گار ہستیوں نے جمع ہوکر اس کے دربار کی شا
بلند کر دیا تھا کہ یہہ شان وشوکت محمود غزنوی اور سنجر جیسے ذی المرتبت حکمرانوں
سے بھی کہیں زیادہ ہو گئی تھی۔ امیروں اور رئیسوں کی دلچسپیاں بھی اس مشہور مثل
علی دین ملوکھم" کا مصداق بن گئی تھیں۔ ہر امیر کی مجلس اہل علم اہل فن اہل ہنر
ذیر بہنے لگی تھی۔ بلبن کا دربار بڑا شان وشوکت کا حامل بن گیا تھا۔ اس شان وشوکت
یکھ کر دشمن اور سرکشوں کے دل دہل جاتے تھے۔ بلبن بہت کم بات کرنے کا عادی
اس کے تخاطب کو اپنے لئے باعث فخر واعزاز سمجھتے تھے۔

عیش وعشرت وعبادات :۔ بلبن کا عہد جوانی خوب رندی وعیش وعشر
گزرا مگر بادشاہ ہوتے ہی اس نے ان
سے توبہ کرلی اور صوم وصلوٰۃ کا اس قدر پابند ہو گیا کہ اشراق وچاشت وتہجد کی نماز کبھی
ہوتی تھی۔ بے وضو کبھی نہ رہتا تھا۔ وعظ کی مجلسوں میں اکثر جاتا کسی خدمتگار نے اوس کو کبھی
ٹوپی وموزے کے نہ دیکھا تھا۔ اپنے ۲۲ سالہ دور حکومت میں عیش وعشرت لہو ولعب
نہ ہی رکھا اور نہ ایسے لوگوں کی رسائی اپنے تک ہونے دی اور تبلادیا کہ

شمشیر وسنان اول طاؤس ورباب آخر ؎ میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے

بلبن کی انصاف کی بلندیاں بلبن کا انصاف کسی رعایت اور قریبی تعلقات سے متا

تھا۔(۱) ایک بار اس کے شاہی امیر ملک لیعنی جو بدایوں کا صوبہ دار تھا نے ایک فراش کو اس قدر دُرّے لگائے کہ وہ مرگیا جب بلبن نے بدایوں کا دورہ کیا تو اس کی بیوہ انصاف کے لئے رجوع ہوئی بعد تحقیقات بلبن نے حکم دیا کہ اس امیر کو بھی اتنے ہی دُرّے لگائے جائیں، تعمیل حکم ہوا صوبہ دار بدایوں مرگیا تو اس کی لاش شہر کے دروازے پر لٹکا دی گئی۔

(۲) بلبن کے ایک معتبر غلام ہیبت خاں جو اودھ کا حاکم تھا اقتدار کے نشہ میں ایک شخص کو ہلاک کر دیا مقتول کی بیوہ بلبن کے پاس فریاد لئے حاضر ہوئی۔ بلبن نے پانچ سو دُرّے لگانے کا حکم دیا اس سزا کے بعد بھی وہ زندہ رہا تو بلبن نے ہیبت خاں کو اس بیوہ کے حوالے یہ کہہ کر کر دیا کہ یہ شخص میرا غلام تھا آج سے تیرا غلام ہے تو جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کر جو چاہے کام لے چاہے زندہ رکھ یا مار دے یا معاف کر دے۔ ہیبت خاں نے بڑی مشکل سے عاجزی کر کے اس بیوہ کو تیس ہزار روپیہ بطور ہرجانہ دے کر اپنی جان چھڑائی وہ عورت راضی ہوئی تو بادشاہ بھی راضی ہوا۔ ہیبت خاں اس قدر شرمندہ ہوا کہ زندگی بھر گھر کے باہر قدم نہ رکھا۔ اس لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

دم تقریر تھی مسلم کی صداقت بے باک ٭ عدل اس کا تھا قوی لوث مراعات سے پاک

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی ٭ نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

غیاث الدین بلبن کے زرین نصائح اپنے فرزندوں کو

بلبن نے اپنے بیٹوں کو نصیحتیں کی اور سمجھایا کہ

بادشاہ کے اکثر افعال شرک کے حدوں کو چھو لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو سنّتِ نبوی صلعم کے خلاف ہوتے ہیں لیکن وہ اسوقت اور بھی زیادہ گنہگار ہو جاتے ہیں جبکہ ان چار باتوں پر عمل نہیں کرتے۔

(۱) بادشاہ اپنی شان و شوکت کے رعب داب کو مناسب موقع پر استعمال کرے اور خدا ترسی اور خدا کی مخلوق کی بھلائی ہمیشہ پیش نظر رہے۔

(۲) بادشاہ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ اسکے ملک میں بدکاری نہ رہے فاسقوں اور بے غیرتوں کو ہمیشہ ذلیل و رسوا کرنا چاہیئے۔

(۳) امور سلطنت کو عقلمند مہذب لوگوں کے سپرد کرنا اور انھیں حاکم مقرر کرنا چاہئیے جو دیانتدار اور

خدا سے ڈرنے والے ہوں۔ بدعقیدہ لوگوں کو ملک میں پنپنے نہیں دینا چاہیئے چونکہ وہ رعایا کو راستہ پر ڈال دیتے ہیں۔

(۴) بادشاہ کا فرض ہے کہ وہ انصاف سے پورا پورا کام لے۔ ماتحتوں کی کارگزاری پر گہری نظر تاکہ ملک سے ظلم و ستم مٹ جائے۔

پھر سمجھاتے ہوئے بلبن بیٹوں سے کہتا تھا بس تم سب میرے جگر کے گوشے ہو اچھی طرح یاد رکھو اور سمجھ لو اگر تم میں سے کسی نے بھی عاجز اور لاچار کو ستایا اور ظلم کر کے ظالم سخت سزا دونگا

باغیوں کی سرزنش: میوانیوں نے سر اٹھایا سلطان نے بذاتِ خود ان کی سرکوبی کی ایک لاکھ میوانی قتل ہوئے جنگل جہاں وہ چھپتے تھے صاف میدان بنوا دیا اسکے بعد ملک کٹہر کے حاکم کی سرکشی پر پانچ ہزار سوار لے کر تنبیہ دی پھر کوہستان کا رخ کیا۔ گھوڑے اس کثرت سے ہاتھ آئے کہ چالیس ٹنکہ کو ایک گھوڑا بکنے لگا۔ پھر لاہور جاکر وہاں کے حصار کی از سر نو تعمیر کی چونکہ مغلوں نے التمش کی اولاد کی حکومت میں تباہ برباد کیا تھا۔ آخری عمر میں بادشاہ کی ضعیفی دیکھ کر طغرل خاں حاکم بنگالہ نے بغاوت کی شاہی فوج کو دو مرتبہ شکست دی سلطان خود گیا اور طغرل کے قتل کے بعد حالات اعتدال پر آئے۔

وفات: بادشاہ بلبن نے ۸۰ سال عمر پائی آخر عمر میں اس کے بڑے بیٹے محمد سلطان کو مغلوں نے شہید کر دیا تھا اس فرزند اکبر کی شہادت کی خبر نے اسے بہت کمزور کر دیا ۶۸۶ھ میں انتقال کیا مدت حکومت ۲۲ سال چند ماہ ہے۔ غیاث الدین بلبن کی زندگی علامہ اقبال کے ان اشعار کی تفسیر تھی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا ؞ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا ؞ ہے دلیری دست ارباب سیاست کا عصا
وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا ؞ یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے
صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم ؞ کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی ؞ روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

(۱۰) معز الدین کیقباد (آخری عیش پرست سلطان)

غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد امراء سلطنت نے خلاف وصیّت بلبن کیخسرو ابن سلطان محمد مرحوم فرزند بلبن کے بجائے معز الدین کیقباد فرزند بغرا خاں فرزند دوئم بلبن کو تخت نشین کیا جسکی عمر بمشکل (۱۸) اٹھارہ سال تھی گو تعلیم و تربیت بلبن نے اچھی دی تھی باوجود اس کے عنفوان شباب کی بدولت عیش و عشرت میں غوطہ زن رہنے لگا۔ دن رات ناچ گانے کی محفلیں اور شراب ــــ عوام بھی بادشاہ کو دیکھ کر شراب کے اس قدر عادی ہو گئے کہ شراب کی قیمت دس گناہ بڑھ گئی۔ مسجدیں خانقاہیں ویران اور شراب خانے آباد نظر آنے لگے۔ نظام الدین امور سلطنت پر ایسا حاوی ہو گیا کہ بادشاہ برائے نام رہ گیا۔ پھر جال بچھا کر نظام الدین نے کیخسرو کو فرمان شاہی حاصل کر کے قتل کروا دیا۔ ایک شہزادہ جس کے بارے میں بلبن نے تخت نشینی کے لئے وصیّت کی تھی اور جو تخت کے لائق تھا۔ ختم ہو گیا۔ پھر نظام الدین نے عیاش بادہ خوار بادشاہ سے مغل امیروں اور انکے خاندان کے قتل کے فرمان حاصل کیے جسکو چاہا قتل کرڈالا۔ دربار ویران نظر آنے لگا۔ پھر نظام الدین کی بیوی بادشاہ کی منہ بولی ماں بن کر شاہی محلات میں داخل ہوئی۔ اب اس کا حکم چلنے لگا۔ اس نے مزید امراء کا قتل کروا کے مزید ویرانی پھیلا دی۔ کیقباد کو عیاشی اور نشہ کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا۔ اسکے والد بغرا خاں فرزند دوئم بلبن اور حاکم لکھنوتی نے جو خود اپنے باپ کا نافرمان تھا اپنے عیاش بیٹے کو سمجھانے نصیحت آمیز خطوط لکھے۔ خطوط سے کام نہ چلا تو بالمشافہ سمجھانے لکھنوتی سے نکل پڑا۔ تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے عرض ہے کہ حضرت امیر خسرو نے "قرآن السعدین" مثنوی میں باپ بیٹے کی ملاقات کا حال و نقشہ تفصیل سے کھینچا ہے بغرا خاں نے اپنے باپ بلبن کی وصیّت اور نصیحت کا اثر نہ لیا تھا باپ کے روکنے کے باوجود لکھنوتی چلا گیا تھا ورنہ باپ کے بعد وہی تخت پر بیٹھتا جس طرح باپ کی وصیّت کا اثر بغرا خاں پر عارضی ہوتا تھا اسی طرح اس کی نصیحت کا اثر بھی اس کے بیٹے کیقباد پر عارضی ہوا۔ اور صرف چند روز اس نے تقویٰ اختیار کیا اس کے بعد پھر شراب نوشی وہی حسن پرستی وہی عیش کوشی نہ صرف اس کے محل کا لوازمہ بن گیں بلکہ گلی گلی نوجوانوں نے بادہ خواری اور حسن پرستی شعار کی۔ آخر بادشاہ کی عین عالم جوانی میں صحت برباد ہو چکی تھی نظام الدین برابر بادشاہ کی غفلت سے فائدے اٹھائے جا رہا اور بادشاہت کے خواب دیکھتا جا رہا تھا۔ آخر امراء نے نظام الدین کو ختم کروا دیا۔ نظام الدین کے قتل کے بعد

ہے کیقباد نے ملک جلال الدین فیروز خلجی کو سمانہ سے بلوایا اور عارض ممالک یعنی فوج و تنظیم کے عہدہ پر فائز کیا۔

کیقباد لقوہ اور فالج کا شکار اور کیومرث کی تخت نشینی

آخر ۱۸ سالہ بادشاہ، بادشاہ مے نوشی اور ع بدولت لقوہ اور فالج کا شکار بن کر بستر مرگ ہو گیا اور برائے نام بھی امور سلطنت انجام کے قابل نہ رہا۔ ہر امیر نے بادشاہت کے دیکھنے شروع کئے یہہ کیفیت دیکھ کر بعض امراء نے کیقباد کے تین سالہ بیٹے کیومرث کو ت کر دیا۔

خاندان غلامان کا خاتمہ

اب امراء دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک ترکی امراء دو امراء۔ ترکی امراء خلجی امراء کو غیر ترکی سمجھ کر حکمرانی کا اہل سمجھتے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

جو کرے گا امتیاز رنگ وخوں مٹ جائیگا ۔:۔ ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی ۔:۔ اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گزر

ترکی امراء جلال الدین خلجی اور دیگر خلجی امراء کو ختم کر کے کیومرث کو قبضہ میں رکھ کر کرنا چاہتے تھے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک ترکی امیر ملک التمیر کچھن بہادر پور جلال الد کے پاس آیا۔ جلال الدین کے حواریوں کو اس کی اطلاع ملتے ہی غضب و غصے کے عالم میں امیر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے پھر جلال الدین کے بہادر جیالے بیٹے پانچ سو سوار و ل لے کیومرث کی فوج پر بجلی کی سی تیزی سے لپکے اور کیومرث اور کوتوال فخر الدین کے گرفتار کر کے اپنے باپ کے قدموں میں ڈال دیا راستے میں ملک التمیر نے ان کا تعاقب جو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اب دہلی کے امراء مجبوراً جلال الدین کے حلقہ بگوشوں ہو گئے خلجی گروہ طاقتور ہو گیا۔ جلال الدین خلجی نے شاہی نجومیوں کے بتلائی ہوئی مبارک میں تخت نشین ہو کر خود مختاری کا اعلان کر دیا حسب ذیل امور کی تکمیل عمل میں آئی۔

(۱) کیومرث تین سالہ بچہ قتل کر دیا گیا۔

(۲) کیقباد بوجہہ شدت بیماری فالج و لقوی کی وجہہ سے صرف سانس چلنے کی بناء پر ز آ رہا تھا۔ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دو چار ضربات لگانے کے بعد دریائے جمنا میں بہا دیا گ

غیاث الدین بلبن کے بھتیجے ملک چھجو کو جو حکومت کا دعویٰ دار تھا جلال الدین نے کرّہ کا مقرر کر کے اپنی نادانی کے تحت مطمئن ہو گیا اس طرح خاندان غلامان کا خاتمہ اور خاندان خلجیہ ایک شرمناک دور کا آغاز ہوا اس لئے حضرت اقبال فرماتے ہیں ؎

آ بتاؤں تجھ کو سرِ آیہ اِنَّ الملوکَ ۔۔ سلطنت اقوام عالم کی ہے اک جادوگری
اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو ۔۔ آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

باب چہارم

ہاب الدین غوری اور خاندان غلامان نے ہندوستان آکر کیا پایا؟ اور کیا کھویا؟

یخ نما : تاریخ ایک اتالیق ہے جو ہمیں جینے کا راز سکھاتی اور ماضی کی مثالیں پیش کر کے ذی فہم کو حال منازل پر قدم جمائے رکھنے کے انداز سکھاتی ہے۔ تاریخ ایک شمع ہے جو ماضی کے موم سے روشن ب ادراک کو حال اور مستقبل کے نہ صرف منازل دکھاتی بلکہ منازل کے نشیب و فراز سے فرد و آگاہ کرتی ہے۔ تاریخ ایک قندیل ہے جو ماضی کے تیل سے روشن رہتی ہے یا یوں کہو کہ قمقمہ ہے جس کو ماضی کی بجلی کی رو یا لہر روشن رکھتی اور ہر صاحب سمجھ اور چشم بینا رکھنے والے م کو گرنے سے روکتی اور سنبھل کر چلنے کے لئے روشنی دکھاتی رہتی ہے تاریخ ایک میزان د ے جو فرد افراد اور اقوام کے اعمال کا ہر وقت میزان کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ اس اتا ہر وقت یہ بتلاتا ہے کہ انھوں نے ہر لمحہ کس قدر پایا اور کس قدر کھویا۔ اب ہمیں اسی شہاب الدین اور خاندان غلامان نے کیا پایا کیا کھویا؟ میزان کرنا ہے۔

ہاب الدین : شہاب الدین غوری مرد مجاہد تھا جس نے اپنی زندگی جہاد اور تبلیغ اسلام کے لئے آقائے نامدار صلعم کے غلام کی حیثیت سے وقف کر دی۔ ہندوستان میں اسلام پھیلایا۔ گو وہ بھی محمود غزنوی کی طرح بغرضِ جہاد ہندوستان پنے پایہ تخت غزنی کو واپس جاتا رہا لیکن اس نے اپنے تربیت یافتہ غلاموں کو ہندوستان ر مسلمانوں کے حدود سلطنت کو لاہور سے آگے دہلی اور سندھ وغیرہ سے بہت پھیلا دیا جو ایک ناقابل فراموش کارنامہ اور لائق تحسین اسلامی خدمت تھی شہاب الدین

نے شاہین کی سی تیز نگاہ اور بلند پرواز پائی تھی۔ دنیا میں بھی بہت کچھ اپنے اور قوم کے لئے آخرت کے لئے بھی زادِ سفر مہیا و فراہم کرلیا پھر شہادت کی سی نعمت و دولت سے بھی بہرہ ور حیاتِ ابدی و زندگی جاوید پائی۔ اللہ رحمتیں نازل فرمائے کہ اس نے لاملوکیت فی اسلام کے بنیادی کو زندہ کیا۔ اس مردِ مومن کے حینِ حیات اس کے غلاموں نے بہترین کارکردگی کے مظاہرے

خاندانِ غلامان نے کیا پایا کیا کھویا؟ (۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء تا ۶۸۷ھ ۱۲۹۰ء)

ایبک یلدوز اور قباچہ: شہاب الدین محمد غوری کے دورِ حکومت میں قطب الدین نے کامیاب جہاد کئے۔ فتوحات حاصل کیں دہلی کو پہلی مرتبہ پایہ تخت بنا کر شرف بخشا۔ اپنے آقا شہاب الدین کے حینِ حیات اسکا سولہ (۱۶) سالہ دورِ حکومت ستائش رہا لیکن بعد شہادت آقا اسکا چار سالہ دورِ حکومت لائق افسوس بن کر سامنے آتا ہے۔ ان کے تینوں غلام قطب الدین ایبک تاج الدین یلدوز اور ناصر الدین قباچہ نے جنھوں نے اپنی زندگی میں بہترین صلاحیتوں کے مظاہرے اور کامیاب جہاد کئے تھے بعد آقا نفس امارہ کے غلام تاج الدین یلدوز نے ابتدا کی تو قطب الدین ایبک اور ناصر الدین قباچہ نے انتہا کردی۔ کردار بلندیوں کو آقا کی زندگی میں پایا تھا جو متاعِ کردار آقا کی زندگی میں حاصل کیا تھا سب کھو دیا ستم ایک حافظ قرآن ہو کر مصروف مئے نوشی ہو گیا اور آخری چار سالہ دورِ حکومت کو تاریکی کے آپس کی لڑائی نے تبلیغ اسلام کو متاثر کیا۔ خاندانِ غلامان کا دورِ حکومت ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء تا ۶۸۷ھ ۱۲۹۰ء تقریباً ۸۵ سال ہے۔

آرام شاہ: قطب الدین ایبک کا نااہل بیٹا آرام شاہ نے جیسا کہ نام آرام شاہ پایا تھا نااہل تھا۔ ایک سال کے کم عرصہ میں سلطنت کے کئی علاقے ہاتھ سے جاتے رہے پایا تو کچھ نہ ہی اس کا مقدر تھا۔ اور یہہ ہندوستان میں مسلمانوں کی پیشانی پر پہلا بدنما داغ بن گیا۔

شمس الدین التمش اور اسکے جانشین: یہہ ایک مردِ غازی تھا۔ ایک مردِ مومن کا حامل تھا دور قابل تعریف رہا لیکن افسوس نااہل پائی لاملوکیت فی اسلام کے بنیادی اصول کو قائم نہ رکھ سکا اولادِ نرینہ کو نااہل پاکر بیٹی کی جانشینی کی وصیت کر کے ایک ناقابل فراموش غلطی کا مرتکب ہوا مگر اس کے بعد امرا اولاً تو اس وصیت پر عمل نہ کر کے اس کے نااہل فرزند رکن الدین فیروز شاہ عیش پرست

تخت پر بیٹھا کر آزمایا اس سے حاصل کچھ نہ ہوا۔ اگر حاصل ہوا تو صرف احساس غلطی۔ ایک غلطی کی تلافی کرنے کی کوشش میں دوسری غلطی یہ کی کہ رضیہ سلطانہ کو تخت پر بٹھاکر بدنما داغ قوم کی تاریخ کے ماتھے پر چھوڑے پھر التمش کے بیٹے معزالدین بہرام شاہ نے سیاست سے بے بہرہ ہونے کا ثبوت دیا۔ پھر ایک مرد مومن (مجاہد) سلطان ناصرالدین محمود جب تخت نشین ہوا تو اس نے لفظ مومن کے معنی اور اسلامی حکمرانی کے انداز کیا ہوتے ہیں دنیا کو سمجھائے اور بتلائے۔ غیاث الدین بلبن ایک مدبر جفاکش انصاف پسند ذی وقار حکمران نے جہاں اپنے دور حکومت میں مسلمانوں اور عوام کو بہت کچھ دیا وہیں لاملوکیت فی اسلام کا اسلامی اصول چھوڑ کر کسی لائق شخص کو اپنا جانشین مقرر نہ کرکے غلطی کی اور نے بھی کیقباد کو تخت نشین کرکے خاندان غلامان کا خاتمہ ہی کر ڈالا۔ نااہل کیقباد بغرا خاں کا بیٹا تھا اور بغرا خاں غیاث الدین بلبن کا نافرمان بیٹا تھا۔ جو عالم لکھنوتی ہی رہا۔ پھر نااہل حکمرانوں (۱) آرام شاہ (۲) رکن الدین فیروز شاہ (۳) معزالدین بہرام شاہ (۴) علاؤالدین مسعود (۵) معزالدین کیقباد نے بقول علامہ اقبال یہہ ثابت کر دیا کہ تقدیر کبھی اعمال بد کو معاف کرتی ہی نہیں نہ تابع منطق نظر آتی ہے۔

نااہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت ۔۔ ہے خوار زمانے میں کبھی جوہر ذاتی
شائد کوئی منطق ہو نہاں اسکے عمل میں ۔۔ تقدیر نہیں تابع منطق نظر آتی
ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو ۔۔ تاریخ امم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی!
ہر لحظہ ہے قوموں کے عمل پر نظر اسکی ۔۔ براں صفت تیغ دوپیکر نظر اس کی!

پھر تاریخ میں افراد اور اقوام کے عروج و زوال کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو قرآن حکیم کی صداقت و عظمت کے آگے سر جھکانے مجبور ہو جاتے ہیں کہ ۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ (سورہ النجم پارہ ۲۷)

ترجمہ: ۔ اور یہہ کہ آدمی نہ پائیگا مگر جو کچھ اس نے کوشش کی۔ اور یہہ کہ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی۔ پھر اس کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ (سورہ النجم پارہ ۲۷)

خاندان غلاماں کے قابل بادشاہوں کے بارے میں علامہ اقبال کی زبان میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا ۔۔ جو آج خود افروز جگر سوز نہیں ہے

باب پنجم

خاندان خلجیہ

جلال الدین فیروز شاہ خلجی :-

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے ۶۸۸ھ میں خاندان غلامان کے آخری عیاش با کیقباد جو فالج کے مرض میں مبتلا ایک مردہ لیکن بظاہر صرف برہناء سا زندہ نظر آرہا تھا ۔ختم کر دیا گیا ۔ کیقباد کی زندگی ہی میں اس کے تین سالہ بچے کیومرث کو سلطان شمس الدین کے خ کے ساتھ امراء نے تخت نشین کیا تھا ۔ جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے جیسا کہ بیان کیا گیا قتل کر کے خود تخت شاہی پر گیا ۔ اس طرح خاندان غلامان کا خاتمہ اور خاندان خلجیہ کا آغاز ہوا ۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ستر (۷۰) سا خاندان کا چراغ بمشکل (۳۵) سال ہی جل سکا پھر گل ہو کر دھواں میں گم اور تاریکی میں ڈوب گیا ۔

قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاعِ کردار (اقبال)

یہاں سے مسلمانوں کا کردار اور طرز حکمرانی ایک اور نیا افسوسناک موڑ لیتا ہے گو خاندان غلامان کے دو ملوکیت کا جنون سروں پر سوار ہو چکا تھا اور حکومت اور اقتدار کے لئے مسلمانوں کی شمشیریں آپس میں ٹکرا تے ہیں ۔ لیکن اب خاندان خلجیہ میں ملوکیت کا جنون بھوت بن کر سر پر سوار نظر آرہا تھا ۔ مذہب حسب مرضی قابل بن گیا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں میں جو بھائی چارگی پیدا فرمائی تھی اس تصور نے تو دم توڑ دیا تھا ۔ ملوکیت کے جنون کے تحت اپنی حکمرانی کی عمارت کا سنگ بنیاد احکام الہٰی کا پتھر نہیں رہا بلکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ہڈیوں پر اپنی حکمرانی کی عمارت کھڑی کرنی شروع کر دی ۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسل کے خون پر اپنا تخت شاہی بچھانا شروع کر دیا ۔ مسلمانوں کی شمشیریں اب نور توحید کو پھیلانے راہ حق کو تبا یعنی جہاد کے لئے نہیں بلکہ اغراض ذاتی ہوس نفس امارہ اور جنون ملوکیت کے تحت ٹکرانے ہاتھوں میں

رسولِ مقبول ہادی دو جہاں آقا نامدار صلعم نے مسلمانوں کو وہ آئین دین اور اصول حکمرانی و جہانبانی اور سکھائے تھے کہ اگر مسلمان ان پر قائم و دائم رہتے تو آخرت میں جنت ان کا مقدر اور دنیا میں اللہ کے کی حیثیت سے تا قیامت جہانبانی و حکمرانی اس کی جاگیر اور دائمی حق بن جاتا ۔ حکمرانی حسین کنیز بن کر اس کی میں دست بستہ نہ صرف حاضر رہتی بلکہ قدموں پر نثار ہوتی ۔ اور لوٹتی رہتی ۔ مسلمانوں نے سوز الہٰی چھ

عشق الٰہی چھوڑا وفا شعار چھوڑی۔ جہاد چھوڑا۔ تبلیغ چھوڑی۔ دنیا کی عارضی چنگاری کو دائمی شعلہ سمجھا اور پروانے بن کر اس پر نثار ہونے لگے نتیجہ یہ کہ چنگاری چنگاری تھی آن واحد میں ہر چنگاری غائب اس کی چمک غائب اس پر پروانے کی طرح نثار و قربان ہونے والے غائب مسلمانوں نے جب اسلامی تصور کو چھوڑ کر ملوکیت کا جنون اختیار کیا تو بقول حضرت اقبال نتیجہ یہ نکلا کہ ؎

کرتی ہے ملوکیت آثار جنوں پیدا ٭ اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز

لفظ خلجی کی وجہہ تسمیہ :۔ مشہور مورخ تاریخ نظام الدین احمد بخشی کی تاریخ جو ایک معتبر تاریخ تسلیم کی جاتی ہے۔ میں خلجیوں کے طبقے کو چنگیز خاں کے داماد قالیج خاں کی نسل سے بتلایا گیا ہے۔ قالیج خاں کی نسبت سے اس کی اولاد کو خالجی کہا جانے لگا پھر کثرت استعمال سے الیف گر گیا اور "ق" کا تبادلہ "خ" سے ہو کر قالیجی سے خلجی بن گیا۔ لیکن تاریخ سلجوقیاں کا مصنف مندرجہ بالا وجہہ تسمیہ سے اتفاق نہیں کرتا اس کی تحقیق یہہ ہے کہ ایک شخص ترک بن یافث گزرا ہے۔ جس کے گیارہ (۱۱) بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام خلیج تھا اس کی اولاد خلجی کہلائی جانے لگی۔ ایک اور مستند تاریخ جو ۱۶۰۶ء سے ۱۶۱۱ء تک (۳۲) تاریخی کتابوں سے استفادہ کرنے کے بعد محمد قاسم فرشتہ نے فارسی میں مرتب کی جو ایک مستند تاریخ کا بنام تاریخ فرشتہ درجہ و مقام رکھتی ہے تاریخ سلجوقیاں سے یہہ تاریخ فرشتہ ان دلائل کی بنا پر اتفاق کرتی ہے کہ خلجی امراء دربار محمود غزنوی میں موجود تھے جبکہ چنگیز خاں پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ اس بنا پر لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قالیج خاں خود بھی خلجی خاندان سے تعلق رکھتا ہو اور جلال الدین اس کی اولاد سے ہو۔

اہم تبدیلیاں :۔ جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اب تک کے دستور العمل کے خلاف چتر شاہی کا رنگ سرخ کے بجائے سفید قرار دیا اور ۶۸۹ھ ۱۲۹۰ء بمقام کیلوکرٹی تخت شاہی پر بیٹھا تو کیلوگری کی جو عمارات کیقباد کے دور میں تعمیر ہونی شروع ہوئی تھیں تیزی سے تکمیل کروایا یہیں قیام کیا اور جمنا کے کنارے ایک دلکش باغ بنوایا چونکہ دلی کے اکثر قدیم امراء خلجیوں کو بے وقعتی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ان کی اطاعت باعث ننگ و عار سمجھتے تھے۔ جلال الدین نے امراء کو حکم دیا کہ وہ اس کے شاہی محلات کے اطراف اپنے مکانات تعمیر کریں۔ امراء کو یہہ حکم ناپسند تھا مجبوراً تعمیل کی گئی۔ اور پرانی دلی اجڑ کر یہاں نئی دلی آباد ہوئی سلطان نے اس نئے شہر کا نام "شہر نو" لکھا۔ امیر خسرو نے اس حصار کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

شہا ور شہر نو کردی حصارے ٭ کہ رفت از کنگرہ تا در قمر سنگ

خطابات و سرفرازیاں:۔

جلال الدین کے بیٹے شجاعت اور دلیری کے لحاظ سے اپنی مثال تھے سلطان نے بڑے بیٹے کو اختیار الدین کو منجھلے کو ارکلی خاں اور چھوٹے کو قدر خاں کے خطابات دئیے اور جاگیرات بھی عطا کئے۔ غیاث کے بھتیجے ملک چھجھو (ابن کشلی خاں) کو کڑہ کا حاکم مقرر کر کے اور دوسرے بھتیجا اپنے بھائی کو عارض بناکر لغرمش خاں کا خطاب دیا۔ اپنے ایک بھانجے ملک احمد حبیب کو باربک اور دوسرے کو میردر کے عہدے عطا کئے۔ اپنے بھتیجوں علاءالدین اور الماس خاں جو بعد میں الغ خاں مشہور ہوا۔ اور جن کی پرورش سلطان نے کی تھی شاہانہ عنایات سے نوازا۔ علاءالدین کو اپنے داخل کیا۔ الماس بیگ کو آخر بیگ بنایا۔ آخر سلطان نے اپنی ایک بیٹی جو حسن و جمال میں لاثانی تھی خلجی سے اور دوسری بیٹی کو الماس بیگ، الغ خاں سے شاہانہ کروفر کے ساتھ بیاہ کر دونوں کو اپنا بنالیا۔ آگے آپ پڑھیں گے کہ ان دونوں احسان فراموشوں نے کس قدر حیوانانہ انداز سے اور خسر کا ملوکیت کے جنون کے تحت قتل کیا۔ اور جلال الدین کے جلالی بادشاہی کا خاتمہ کر ڈالا بقول حضرت

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو ۔ جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

دہلی قدیم میں آمد:۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے دہلی کے قدیم مشہور معززاور چوٹی کے جو اب تک ترکی نژاد بادشاہوں کے درباروں کی زینت بنے ہوئے کے دربار میں زینت بخش ہونے تیار نہ تھے لیکن جلال الدین کے لطف و کرم نے ان سب کو جلال الدین کے ہاتھ کر کے موقعتی طور پر اس کے ہمدرد بن جانے پر مجبور کر دیا۔ جب جلال الدین نے دیکھا کہ سب امراد اور عام لوگ بھی اس کے مطیع ہو چکے ہیں تو وہ کیلوکھری چھوڑ کر قدیم دہلی آگیا۔ دہلی آکر غیاث الدین بلبن میں جو تقریر کی اور اپنے مالک بلبن کا جو ادب ظاہر کیا وہ آگے آئے گا۔

عام ابتری:۔

کسی شخص کے لئے اپنی ذات کو تکلیف پہنچانے کی صورت میں بدلہ اس حد تک جائز قرار دیا مگر عفو کو لائق ستائش قرار دیا۔ لیکن ارتکاب جرم اور بندگان پہنچائی جائے یا سکون اور چین امن و امان برباد کیا جائے تو اسلام کبھی عفو کی اجازت نہیں دیتا بلکہ انصاف دیتا اور مجرم کو از روئے شرع شریف سزا دینے کی تلقین و ہدایت دیتا ہے۔ سلطان کی صفت عفو کی بنا میں سماجی ابتری پیدا ہو گئی۔ چوروں اور ڈاکوؤں کی بن آئی۔ ملک بھر میں چوری ڈکیتی لوٹ مار کے عام ہو گئے۔ اولاً تو مجرموں کو گرفتار ہی نہیں کیا جاتا۔ جب پانی سر سے اونچا ہوتے پر مجرم گرفتار بادشاہ کے سامنے پیش کئے جاتے تو بادشاہ مجرموں کو گذشتہ جرائم پر توبہ کروا کے آئیندہ جرم نہ کر

وعدہ لے کر چھوڑ دیتا اس عمل سے تقاضائے انصاف کی تکمیل ہی نہ ہوتی نتیجہ یہ کہ سماجی ابتری کا ملک شکار ہو گیا امراء سلطان کو سمجھا سمجھا کر برہم اور برگشتہ ہو گئے اور برملا اس کے سامنے ملامت کرنے اور اس کے اصولوں کو تدبر اور انداز حکمرانی کے خلاف بتلانے لگے۔ جرائم پسند اور بدفطرت عفو سے نہیں سدھرتے بلکہ عزت اور جان مال اور رعایا کے بربادی سکون کے لئے خطرہ بن کر ملک پر چھا گئے۔

کیا اللہ اور رسول سے زیادہ کوئی رحمدل ہے؟

جب بدبختی آئی تو بعض مسلمان حکمرانوں نے اپنے آپ کو اللہ اور رسولؐ سے زیادہ رحمدل ثابت کر کے شرعی سزاؤں کے نفاذ کو مائل بہ سختی تصور کیا جس کے بدترین نتائج خود بخود سامنے آگئے ایسی پہلی مثال جلال الدین خلجی کی ہے۔ اللہ پاک قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ○

(پارہ ۶ ع ۔ آیت ۴۲)

ترجمہ: اور جب تم حکم کرو تو پس حکم کرو انصاف کے ساتھ (یعنی فیصلہ کرو تو فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ) بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

بادشاہوں اور حاکموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔

(۱) "آسانی کرو اور مشکل نہ کرو تسکین دو اور نفرت نہ دلاؤ" مشکوٰۃ ۳۵۵۲/۳

(۲) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بندہ ایسا نہیں جسکو اللہ تعالیٰ رعیت پر نگہبان کر دے۔ پھر وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ مشکوٰۃ ۲۵۶ ۳۵۱۶/۲۶

(۳) فرمایا رسول اکرم صلعم نے انصاف کرنے والے اللہ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہونگے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قبیلہ بنی مخزوم کے قبیلے کے سردار کی بیوی نے چوری کی۔ بلحاظ مرتبہ بعض نے سزا میں تخفیف کی دربار رسالت مآبؐ میں سفارش کی تو آپؐ نے فرمایا

"اگر میری بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو اس کو بھی شرعی سزا (ہاتھ کاٹنے کی) دینے میں تامل نہ کرتا"

مسلمان حاکم جب اسلامی شرعی قواعد سے روگردانی کی مائل بہ زوال ہوتے لگے اس لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے

سبق پڑھ پھر صداقت کا عدالت کا شجاعت کا ۔۔۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

المجاہد فی سبیل اللہ کا لقب اور جلال الدین کا انداز تغافل ع

جلال الدین خلجی ایک طرف بہادر تھا تو دوسری جانب فیصلہ کن انداز سے محروم تیسری جانب وہ صاف انداز دکھا کر اپنی صاف گوئی کی داد لینا چاہتا تھا۔ جیسا کہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے سلطان ہونے کے بعد اس کو کہ اس نے غیر مسلم مغلوں کے ساتھ بارہا جنگ کی اور مسلمانوں کو ان کے ظلم سے نجات دلائی اس لئے خ اس کے نام کے ساتھ "المجاہد فی سبیل اللہ کے لقب کا اضافہ ہونا چاہیے۔ دوسرے بادشاہوں کی نے اس لقب کے اضافہ کے لئے حکم صادر نہیں کیا بلکہ اپنی بیوی ملکہ کو سمجھایا کہ جب کسی موقعہ پر قاضی یہاں جمع ہوں تو تم اپنی جانب سے میرے نام کے ساتھ اس لقب کے اضافہ کی خواہش کرنا کچھ عرصہ الدین کیقباد کی بیٹی کا عقد سلطان کے بیٹے قدر خاں سے ہوا تو تمام علماء و قاضی مبارکباد دینے حاضر ہو نے حسب ہدایت سلطان قاضی و علماء سے اپنی جانب سے سلطان کے نام کے بعد المجاہد فی سبیل اللہ کے اضافہ کی خطبہ میں پڑھانے کی خواہش کی سب نے منظور اور پسند کیا اور جب سلطان سے اس کی منظوری قاضی اور علماء نے عرض کیا گیا تو سلطان نے کہا یہ تو میں نے ملکہ سے کہا تھا کہ آپ لوگوں سے ایسی خواہش غور کرتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں نے جس قدر بھی جنگیں کی ہیں ان میں سے کوئی بھی جنگ ایسی نہ تھی میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی شوق شہادت، وجہاد اور کلمہ اسلام کو بلند کرنے کے لئے کی تھی۔ میری ہر بڑائی اور شہرت اور میرے آقا غیاث الدین بلبن کی مجھ پر زیادہ نظر عنایت ہوا ان ہی جذبات سے گئی لہٰذا یہ لقب مجھے زیب دیتا ہے نہ میرے لئے موزوں ہے۔ علماء نے اصرار کیا اور پھر خاموش واپس ظاہری طور پر یہہ عمل سلطان کی صاف گوئی ظاہر کرتا ہے۔ مقصد صرف اپنی صاف گوئی کا سکہ قاضی اور ا بٹھانا تھا۔ ایک ذرا سا صاحب سمجھ بھی یہہ سمجھ سکتا ہے کہ جب سلطان کو اپنی غلطی کا احساس ہو چکا جب وہ صاحب اقتدار بادشاہ بن چکا تھا تو اب کیوں اس نے شوق شہادت اور کلمہ اسلام کو بلند کے لئے جہاد کر کے اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرنے کی طرف توجہ نہ کی اور شطرنج شعر و شاعری کی محفلوں میں مصروف رہا۔ ایک مرد مومن اپنی خامیوں کو خدا سے رجوع کر کے توبہ کرتا ہے معافی مانگ اور زندگی اور وقت رہے تو تلافی کی کوشش کرتا ہے اس لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں اس شخص نہ فقر کے لئے موزوں نہ سلطنت کے لئے ... وہ قوم جس نے گنوائی متاع تیموری سلطان کے ایسے ہی حرکات تھے کہ امراء اسکو معزول کرنے کی سوچتے تو کہتے کہ سلطان جب جوان تھا

نہ تھا بلبن کا ایک امیر تھا تو مغلوں کے مقابلے میں بہادری کے جوہر دکھائے اور جب بادشاہت کا بار اس پر آپڑا ہے اور ضعیف ہوگیا ہے تو شعر کہنے اور سننے اور شطرنج کھیلنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں رہ گیا ہے خوف خدا کا اظہار بھی ہے اور جام شراب پر ہاتھ بھی ہے۔ غیر ضروری اظہار واقعات سے صاف گو کہلا کر تحسین خراج ہے گویا سے

میں ایسے نقر سے لے اہل حلقہ باز آیا ٭ تمہارا نقر ہے بے دولتی ورنجوری
نگاہ نقر میں شان سکندری کیا ہے ٭ خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے (اقبال)

سلطان جلال الدین خلجی کا انداز حکمرانی

سلطان کے خلاف امراء کی محفل

ملک میں سماجی انتری اور نقص وآماں میں مسلسل خلل کی بناء پر امراء نے ملک تاج الدین کوچی کی قیام گاہ پر بادہ نوشی کی ایک محفل منعقد کی اور خوب پی کر عالم مستی میں ایک نے کہا کہ جلال الدین ہرگز بادشاہت کے قابل نہیں دوسرے نے کہا میں اس کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ تیسرے نے بکنا شروع کیا میں اپنی تلوار سے اس کے دو ٹکڑے کرڈالونگا۔ جب سلطان کو ان باتوں کا علم ہوا تو ان امیروں کو طلب کیا اور تلوار میان سے نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور کہا میں اس وقت بالکل تنہا ہوں میری ہی تلوار سے ہی میری گردن اڑادو تو تمہیں بہادر سمجھوں۔ غرض کہ سلطان عالم غضب میں بہت دیر تک اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا جب اس کا غصہ قدرے کم ہوا تو ایک امیر ملک نصرت جس نے محفل شراب میں سب سے زیادہ بکی اس کی تھی سلطان کے سامنے آیا اور مزاحیہ انداز میں کہنے لگا حضور کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ شرابی شراب کے نشے میں بکواس کرتے ہیں اگر حضور ہمارے جیسے نمک خوار بیٹوں کو سزا دیں گے تو ہم جیسے جان نثار آپ کہاں سے لائیں گے سلطان ملک نصرت کی باتیں سن کر ہنسنے لگا اور اپنے ہاتھ سے شراب کے پیالے بھر بھر کر ان امراء کو دینے لگا تاریخ فرشتہ میں تفصیل سے حالات درج ہیں۔ یہ انداز حکومت سلطان شاہ کا ہو جائے تو کیوں نہ مسلمانوں کے لئے زوال اور خطرہ کے بادل آفات کا مہ برساتے سروں پر چھائیں۔ بقول حضرت علامہ اقبال

نہ ہے ستارے کی گردش نہ بازی افلاک ٭ خودی کی موت ہے تیرا زوال نعمت وجاہ

جلال الدین کا انداز و تقریر دہلی میں :-

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جلال الدین نے جب یہ محسوس دہلی کے امراء و دہلی کا ماحول اس کے موافق ہو چکا ہے کھری کا محل چھوڑ کر قدیم دہلی آیا اور جب دہلی کے بادشا محل کے قریب پہنچا تو شکر خداوندی بجا لانے کے بعد دہلی بادشاہوں کے تخت پر بیٹھا اور کہا کہ ایکدن تھا کہ میں زمین بوس ہو کر اس تخت کے سامنے ہاتھ باندھے رہتا تھا اور آج تخت پر بیٹھا ہوں اور مجھ سے بہتر میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ جب غ بلبن کے خاص محل "کوشک لعل" آیا تو بارگاہ سلطانی کے قریب اسی طرح گھوڑے سے اتر گیا وہ بحیثیت امیر اترتا تھا۔ جب ملک حبیب احمد نے اب اس کے سلطان ہونے کی وجہ سے ان آداب نہ ہونا بتلایا تو جواب دیا کہ اپنے آقا و ولی نعمت غیاث الدین کی عزت و آبرو کی حرمت کرنا میرا فرض۔ جب اسکو یہہ کہا گیا کہ اسی محل میں اس کو رہنا ہے تو جواب دیا کہ اس محل کو سلطان بلبن نے اپنے روپیہ سے تعمیر کروایا ہے۔ جبکہ وہ امیر تھا اس لئے اس کے مالک اس کے وارث ہیں نہ کہ میں۔ جب حبیب احمد نے کہا کہ ملکی انتظامات کے پیش نظر ایسا مناسب نہیں تو جواب دیا میں زندگی مستع اسلامی شرع کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا اس کے بعد جلال الدین پیادہ پا "کوشک لعل" ہوا۔ اس محل کے ایسے مقامات پر جہاں غیاث الدین بلبن بیٹھا تھا حفظ مراتب کے پیش نظر وہاں پا رکھا بلکہ چبوترے پر جس پر امراء بیٹھتے تھے بیٹھا۔ پھر امراء کو مخاطب کرکے کہا خدا التیمش کچن اور ا کو تباہ و برباد کرے (حالانکہ وہ دونوں قتل ہو چکے) جنہوں نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور میں جان کے خوف سے اس اعظیم الشان بادشاہت کا بار اپنے ناتواں کندھوں پر لاد لیا۔ اب میں یہ سے قاصر ہوں کہ جب غیاث الدین بلبن کے ساتھ باوجود اس کے تزک و احتشام و رعب و دا کے امراء و ملازمین سلطنت نے وفا نہ کی اور اس کے بعد اس کی اولاد تباہ و برباد ہو گئی تو میرے بعد اولاد کا کیا حشر ہوگا خدا ہی جانتا ہے۔ اس کی اس تقریر سے بعض امراء متاثر ہوئے اور بعض ناراض کہ با تخت شاہی پر بیٹھکر امور سلطنت کی انجام دہی اور فکر رعایا کرنے کے بجائے عمل سے غافل رہ کر وا خطیب بن گیا ہے گویا کہ

میں جانتا ہوں جماعت کا حشر کیا ہوگا ؛ مسائل نظری میں الجھ گیا ہے خطیب

مورخ تاریخ فرشتہ ہر وقت امراء کے خیالات سے متفق نظر آتا ہے۔ سلطان کی مندرجہ [illegible] سلطان بلبن کے محل کے آداب و احترام و محبت کا تجزیہ کیا جائے تو یہہ کیسی محبت

کہ مرحوم سلطان بلبن کے محل کا احترام اور مرحوم سلطان کی محبت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور اس کی اولاد کا صفایا کے اس کے تخت پر قبضہ کر لیا ہے پھر اپنی اولاد کے حشر کے بارے میں بھی لرزہ بر اندام ہے۔ اور سلطنت کے بھتیجے کو جو سلطنت کا دعویدار ہے تو نئے عمر کیے مطمئن بھی نہیں ہوتا۔ خوف خدا کا اظہار بھی ہے اور ستر کی عمر میں تدبیر سے غافل شعر و شاعری میں مصروف شطرنج کھیلنے میں منہمک اور جام شراب کی گردش میں نظر آتا ہے۔ رغبت دنیا اپنی انتہا پر اظہار خوف آخرت زبان پر۔ ایسے ہی وقت کے لئے علامہ اقبال فرمایا ہے؎

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں ؎ خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں

تو مرد میداں تو میر لشکر ؎ نوری حضوری ترے سپاہی!

کچھ قدر اپنی تو نے نہ جانی ؎ بے سوادی یہ کم نگاہی!

دنیائے دوں کی کب تک غلامی ؎ یا راہبی کر یا پادشاہی!

پیر حرم کو دیکھا ہے میں نے ؎ کردار بے سوز گفتار واہی!

(م)لک جھجو کی بغاوت (او)ر سلطان کا تدبر

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے غیاث الدین بلبن کا بھتیجہ جو تخت شاہی کا دعویدار تھا اس کو جلال الدین نے کڑہ کا حاکم بنا دیا تھا ملک جھجو نے اودھ کے حاکم امیر علی جامدار کی مدد دیگر امراء کی پشت پناہی سے کڑہ میں اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور مغیث الدین کا لقب اختیار کر کے حکمران بن گیا اور ایک زبردست لشکر جس میں ہندوؤں کی کثیر تعداد تھی لئے دہلی روانہ ہوا۔ جلال الدین بیٹے ارکلی خاں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھا کر اسے شکست دی اور بھاگے ہوئے امراء اور ملک جھجو گرفتار کیا۔ امیر خسرو نے اپنا چشم دید یہ واقعہ فیروز شاہی کے مصنف سے بیان کیا کہ جب امراء قیدی بنا کر گردن میں دو شاخے لٹکا کر اونٹوں پر سوار کر کے جلال الدین کے سامنے پیش کیا تو جلال الدین نے رایہ کیا ظلم ہے؟ ان معزز اور عزت دار امراء کی یہ گت کس نے بنائی؟ اونٹوں سے اتار دو شاخے دن سے نکال حمام میں غسل کے لئے روانہ کیا بعد لباس فاخرہ زیب تن کروا کر دربار میں بٹھا کر شراب جام کے جام اپنے ہاتھوں سے بھر بھر کر پلانے شروع کئے جھجو کو ملتان روانہ کر کے وہاں کے حاکم کو خط ماکہ ایک عالیشان مکان میں رکھا جائے۔ ملک حبیب احمد اور خلجی امراء سلطان کی اس حرکت سے ناراض ئے کہ جب باغیوں کو رام کر کے قیدی بنا کے پیش کیا جاتا ہے تو سلطان پکارتا ہے ان کی یہ حالت ماتمے بنا دی ہے؟ اس طرح جان کر کھیل کر باغیوں کو زیر کرنے والوں کو شرمندہ کیا جاتا ہے۔

بجائے انعام دینے کے، مورخ تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ امراء کی تکلیف اور امراء کے اعتراض اس سلسلہ میں بالکل حق بجانب تھے

ایک بزرگ سید مولا کا قتل اور سلطان کا انوکھا کردار جلالی

سلطان جلال الدین کے آخری عہد حکومت کا ایک انوکھا واقعہ سید مولا کا قتل ہے۔ ڈاکوؤں لٹیروں اپنے سیاسی حریفوں اور سازش کرنے والے امراء سے غیر واجبی اور غیر صحیح انداز سے اپنی صفت عفو کا اظہار کرنے والا سلطان اس واقعہ میں صفت عفو سے بے نیاز ہو کر انوکھے کردار جلالی کا حامل نظر آتا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل مورخ برنی اور صدر جہاں گجراتی مورخ تاریخ فرشتہ اور مورخ راصف سب نے ایک ہی انداز سے بیان کی ہے۔ اور شیخ عین الدین بیجاپوری نے بھی طبقات ناصری میں لکھا ہے ایک بزرگ سید مولا جرجان سے فقیروں کے لباس میں درویشوں اور صوفیوں سے فیضان قلبی حاصل کرتے ملک مغرب آئے۔ جرجان میں آکر شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے دہلی جانے اور خلق خدا سے ربط پیدا کرنے اور اپنے آستانے کو لوگوں کا ملجا بنانے فقیروں اور درویشوں کی حالت روائی کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت فرید الدین شکر گنج نے فرمایا مجھے تمہارے تمام ارادوں سے کوئی اختلاف نہیں۔ لیکن میری ایک نصیحت یاد رکھنا۔ امیروں اور حاکموں سے زیادہ میل جول پیدا نہ کرنا اور ان سے تعلقات بڑھانے میں پرہیز کرنا کیونکہ امیروں سے تعلقات درویشوں اور فقیروں کو ہمیشہ صرف نقصان ہی پہنچاتے رہے ہیں بلکہ بعض اوقات موت کا سبب و باعث بن گئے ہیں۔

سید مولا حضرت فرید الدین شکر گنج کی اجازت اور نصیحت کے بعد ہندوستان دارالسلطنت دہلی آئے اور ایک عظیم الشان خانقاہ تعمیر کروائی۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کے تمام تباہ حال امراء یا رہ (۱۲) ہزار حافظ جو روز قرآن ختم کرتے تھے ہزارہا سپاہی نے اس وسیع خانقاہ میں مستقلاً پناہ لی۔ علاوہ ازیں بے حساب مسافر اور غریب غربا علیحدہ روز آکر اپنے ضروریات کی تکمیل بعد رخصت ہوتے۔ سید مولا جمعہ کی نماز مسجد میں جماعت سے نہیں بلکہ اپنے ہی گھر میں تنہا ادا کرتے لیکن ریاضت اور مجاہدہ میں ان کا جواب نہ تھا۔ ایک چادر کے علاوہ ان کے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا گو خانقاہ میں ہمہ اقسام کے لذیذ پکوان پکتے تھے لیکن ان کی غذا چاول کی روٹی تھی جسکو پانی میں بھگو کے کھاتے تھے۔ خواہشات نفسانی کو اپنے اندر ابھرنے

دیتے کوئی لونڈی یا منکوحہ عورت نہ رکھتے تھے۔ غیاث الدین بلبن کے دور کے بعد کیقباد کے عہد
پھر اس سے اور زیادہ جلال الدین خلجی کے عہد حکومت میں تو سید مولا کے عطا صدقات اور اخراجات
اس قدر بڑھ گئے تھے کہ سب کے سب یقین کرنے لگے تھے کہ وہ کیمیا بناتے ہیں۔ حضرت فرید
الدین شکر گنج رح کی نصیحت کو فراموش کرکے امراء اور دیگر بڑے بڑے امراء سے مراسم پیدا کرلئے
۔ حتیٰ کہ سلطان خلجی کا بڑا بیٹا خانخاناں ایسا معتقد ہوا کہ درویش نے اس کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔

سید مولا کے جود وسخا کی نوبت پہنچا رسید کہ شہر کے شرفا اور مشاہیر کو ایک ایک
بات میں دو دو تین تین ہزار اشرفیاں انعام میں دی جانے لگیں۔ دستر خوان کی وسعت
اس قدر بڑھ گئی کہ شاہی دستر خوان سرنگوں نظر آنے لگے امراء اور لذالوں کے لئے نفیس غذائیں
شربت ہمیشہ رہتے تھے۔ ایک دن میں ... ایک ہزار من میدہ چالیس من شکر چالیس
من گڑ پانچ سو من گوشت اور کئی من گھی ان کے باورچی خانہ کا خرچ تھا کسی کو دینا ہوتا تو
، فلاں پتھر کو اٹھاؤ یا اس بوریہ کے نیچے سے اسقدر روپیہ یا اشرفی لے لو پتھر یا بوریا اٹھایا
تو وہی نیچے سے نکلتا جوان کے منہ سے نکلا تھا۔ اور روپے اور اشرفیاں ایسی ہوتیں تھیں
معلوم ہوتا کہ ابھی ٹکسال سے ڈھل کر آئی ہیں۔

ایک قاضی جلال الدین کاشانی جو سید مولا کے پاس آتا تھا بڑا فتنہ انگیز تھا۔ سید مولہ کو سلطنت
کی ح دلائی اور کہا کہ آپ نے انکار کیا تو روز قیامت خدا کو جواب دینا ہوگا کہ سلطنت کی حالت
حد تباہ ہے سید مولہ بشریت کے تقاضے کے تحت قاضی کے دام میں آگیا دس ہزار آدمیوں
پوشیدہ طور پر بیعت بھی قاضی نے کروائی اور طے پایا کہ جمعہ کے روز جب سلطان کی
سواری نکلے سلطان کو ختم کر دیا جائے اتفاقاً یہ راز فاش ہوگیا اور سلطان خفیہ بھیس بدل کر
ت حال سے واقفیت حاصل کی۔ سلطان نے سید مولا اور قاضی کاشانی اور دیگر اصحاب
کر دریافت کیا کسی نے جرم کا اقبال نہ کیا۔ سلطان جلال الدین کا جلال جو ہمیشہ سویا رہتا تھا
جاگ اٹھا۔ حکم دیا کہ بہادر پور کے جنگل میں ایک بہت بڑی آگ جلائی جائے سید مولہ اور
کاشانی ہر بخین کوتوال وغیرہ ننگے پیر اس آگ پر سے گزر کر اپنے سچے اور جھوٹے
ہے کا ثبوت دیں جب تمام مجرمین نے کلمہ شہادت بہ آواز بلند پڑھ کر آگ میں کودنے
کی تیاری کی سلطان نے علماء سے فتویٰ لیا۔ علماء نے کہا کہ اسلام آگ کے ذریعہ فیصلہ کی
اجازت نہیں دیتا تو سلطان نے آگ بجھانے کا حکم دیا۔ اصل خاطی قاضی جلال الدین کاشانی

کوسلطان جلال الدین نے بدایوں کا قاضی مقرر کر کے دہلی سے روانہ کر دیا اور دیگر بلبنی کو تھا رز
کر دیا۔ دو لوگوں کو توالوں کو جنھوں نے سلطان کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی تھی قتل کر دیا گیا۔ ا
قبل یاد ہوگا کہ سلطان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنانے والوں کو سلطان نے بعد دریافت اپنے
سے شراب کے جام پیش کئے تھے۔ اب سلطان کا دماغ کا توازن مائل بہ انتقام تھا وہ بھی الو
حریوں کو اپنائے ہوئے سید مولا کو لے کر سلطان اپنے محل چلا خود اندر چلا گیا اور سید م
ہاتھ باندھے کھڑے رہنے کا حکم دیا پھر باہر آیا اور سید مولہ سے سوالات کئے سید مولا
جرات مندی اور دلیری سے جوابات دیئے۔ شرع اور قانون کے حدود میں جرم ثابت
نہ ہونے پر سلطان توازن دماغ کھو بیٹھا اور دیگر درویشوں کو بلا کر ان سے بادشاہ
انصاف چاہا سنجری نام کا ایک مرد درویش جس پر بادشاہ کے بے حد احسانات تھے
سید مولہ پر جھپٹا اور استرے اور سوئے سے جو اس کے پاس تھے سید صاحب کے
پر کئی وار کئے اور گھاؤ لگائے۔ سید صاحب نے بہ آواز بلند کہا میرا لہو ایک نہ ایک
رنگ لائے گا۔ اور اے سلطان اسکا وبال تم پر اور تمہاری اولاد پر ضرور پڑے گا
اثناء میں سلطان کا دوسرا بیٹا ارکلی خان جو اپنے بڑے بھائی خانخاناں کی سید مولہ کی
رکھنے اور منہ بولا بیٹا بن بیٹھنے پر ناراض تھا اس نے مست ہاتھی کے فیل بان کو اشارہ
فیل بان نے دیو پیکر ہاتھی کے ذریعہ سید مولہ کو کچل کر رکھدیا۔ اس کے بعد تاریخ فر
تاریخ فیروز شاہی وغیرہ لکھتے ہیں کہ سیدی مولہ کے قتل کے بعد ایک بہت ہی سیاہ آ
اٹھی اور سارا شہر تاریک ہو گیا کوئی شئے نظر ہی نہ آتی تھی پھر دہلی اور مو الک میں ایک
قحط پڑا۔ قحط کی تاب نہ لاکر مسلمانوں کی اکثریت تڑپ تڑپ کر مر گئی اور ہندو جو
ہیں خودکشی کے عادی ہوتے ہیں انکے ایک گروہ نے دریا جمنا میں ڈوب کر خودکشی
سلطان کی حکومت کے زوال کے آثار نمودار ہوتے شروع ہوئے سلطان کا بڑا بیٹا جو
ولی عہد سلطنت بیمار ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا۔ پھر آگے جیسا کہ آئے گا جلال الدین خلجی بھی
بھتیجے اور داماد علاؤ الدین خلجی کے ہاتھوں قتل ہوا اس کی اولاد تباہ ہو کر حکومت کر
اہل نہ رہی۔

فقیری اور بادشاہت: حقیقی فقیری اور دنیوی بادشاہت دو مختلف کیفیات سے
اور دو مختلف متضاد مقامات کے نام ہیں۔ سمندر

واقعہ بظاہر بادشاہی اور فقیری کی ٹکر ہے۔ یہاں تو دنیوی حیثیت سے بادشاہی پڑی ٹھکی ہوئی ہے۔ اور روحانی اعتبار سے فقیری بھی ٹھکی نظر آتی ہے۔ اس لئے دونوں کو سزا ملنی ضرور تھی۔ سید مولا نے حضرت فرید الدین شکر گنج کی نصیحت کو فراموش کر کے اور نصیحت کے خلاف عمل کر کے ان کی پیش گوئی کو سچا کر دکھایا۔ کہ امرا سے روابط فقیروں اور درویشوں کی موت کا باعث ہوتے ہیں۔ جب ایک فقیر اپنے کشف و کمالات کا غیر ضروری دکھاوا کرنا شروع کر دیتا ہے تو اس کی ولایت یا تو سلب کرلی جاتی ہے پھر غیر معمولی سزا منجانب اللہ پاک دی جاتی ہے۔ سلطان نے ہمیشہ اپنی صاف گوئی اور غیر شرعی انداز در عفو اور شراب کے جام کو گردش میں رکھ کر اپنے آپ کو رحم دل صاف گو اور خدا ترس ثابت کر کے خراج تحسین حاصل کرنے میں منہمک تھا تو اُدھر یہ درویش صاحب فقیری میں دنیوی بادشاہت کے مظاہروں میں مصروف ہو گئے تھے۔ ان ہر دو پر حضرت علامہ اقبال کے ان اشعار کا اطلاق ہوتا ہے کہ ؎

دنیائے دوں کی کب تک غلامی ؎ یا راہبی کرنا یا پادشاہی
نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے؟ ؎ خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟
میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا ؎ تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری
آہ کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز ؎ ورنہ ہے مال فقیر سلطنت روم و شام
کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری ؎ کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری
کاروبار خسروی دیا را ہبی ؎ کیا ہے آخر غایت دین نبی
مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ ؎ ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم!
دل ہو غلام خرد یا کہ امام خرد ؎ سالک رہ ہوشیار سخت ہے یہ مرحلہ!

فقیر و درویش سیم و زر و دنیوی شان و شوکت کے ذریعہ دنیا کو مرعوب نہیں کرتا چونکہ دکھاوے درویش کی شان قدسی کی نفی کرتے ہیں۔ فقیر کی ایک نگاہ سلطنت بناتی اور ایک ٹھوکر سلطنت کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ فقیر کے وجود کا مقصد صرف فیض روحانی اور قلبی سے خلق خدا کو فیضیاب کرنا قلب کو سلیم اور روح کو لطیف بنانا ہوتا ہے اور دنیا سے برائیوں کو مٹانا ہوتا ہے۔

ٹھنبور پر حملہ اور الوگھا استدلال:

سید مولا کے قتل کے بعد جلال الدین نے اپنے بڑے فرزند و ولی عہد سلطنت کے

انتقال بعد اپنے دوسرے بیٹے ارکلی خاں کو ولی عہد سلطنت بنانے کا شاہی لوازمات کے ساتھ اعلان کیا۔ پھر رنتھمبور کے قلعہ کی فتح کے لئے جب وہاں پہنچا تو اس کو بہت ہی مضبوط پاکر اس کی فتح کا خیال ترک کر کے جھاین کی طرف پلٹ گیا اور اسکو فتح کر کے بے شمار ہتھیار اور مال غنیمت حاصل کیا اور بموجب تاریخ فرشتہ مالوے کے مندروں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد پھر جب رنتھمبور آیا تو اس بار بھی وہاں کے راجہ نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سلطان برہم ہو کر فوراً خیمے نصب کرنے اور ڈیرے ڈالنے کا حکم دیا پھر تھوڑی دیر بعد لشکر کے سرداروں کے سامنے یوں تقریر شروع کی کہ میں نے اس قلعہ کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا لیکن غور کرتا ہوں تو مجھے بے شمار قربانیوں اور مسلمانوں کے خون کے بغیر فتح ممکن نظر نہیں آتی۔ اس لئے لوٹ جانے کا حکم دیتا ہوں۔ امراء یہ سن کر حیران ہوئے اور بادشاہ کے بھانجے اور مصاحب خاص ملک جیب نے سمجھایا کہ اگر جہاد سمجھا جائے تو یہ جانوں کا تلف ہونا نہیں شہادت ہے اگر مہمات سلطنت کے تحت جانوں کا ضائع کرنے کا تصور آئین سلطنت کے خلاف ہی نہیں بلکہ ہندو راجہ کے سامنے اظہار بزدلی ہے۔ سلطان کا الو کھا جواب تھا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں فرعون اور نمرود کی روش پر چلنا نہیں چاہتا۔ سلطان نے ہندو راجہ کے مقابلہ کو جہاد نہیں بلکہ فرعون اور نمرود کی روش اور لاکھوں عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنانا قرار دیا اور دہلی لوٹ گیا۔ بقول حضرت علامہ اقبال

تو اگر کوئی مدبر ہے تو سن میری صدا ⁂ ہے دلیری دست ارباب سیاست کا عصا
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل ⁂ کہتا ہے کون اسے مسلمان کی موت مر

یہی سلطان جس نے رنتھمبور کی فتح کو جانی مالی نقصان اور بے رحمی اور فرعون اور نمرود کی روش قرار دیا تھا۔ سنہ ۶۹۲ھ میں بموجب تاریخ فرشتہ مندو کے قلعہ پر حملہ کر کے شہر کو خوب جی کھول کر برباد و تاراج کیا۔

مغلوں کا حملہ شکست پھر ہزارہا کا مسلمان ہو کر ہند میں آباد ہونا: سنہ ۶۹۱ھ ۱۲۹۳ء

میں ہلاکو خاں کے نبسہ عبد اللہ نے دس "ثمن" مغلوں کا لشکر لئے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ ایک ثمن میں دس ہزار سوار ہوتے ہیں۔ سلطان جلال الدین اور مغلوں کی ہرام کے نواحی علاقے میں معرکہ آرائی ہوئی۔ مغلوں کو شکست ہوئی پھر صلح ــ سلطان نے عبد اللہ کو اپنا بیٹا کہا اور عبد اللہ نے سلطان

باپ پکارا۔ تحفے تحائف کا تبادلہ ہوا۔ عبداللہ واپس چلا گیا لیکن اس کے بعد چنگیز خاں کو نواسہ الغوخاں لیے کئی ہزار کا لشکر لئے سلطان کے ساتھ دہلی آیا اور مع اپنے لشکر کے مسلمان ہوگیا۔ جلال الدین نے اپنی بیٹی اس کے عقد نکاح میں دی۔ الغوخاں اور اس کے ساتھیوں کو "نو مسلموں" کے نام سے پکارا جانے لگا اور ان لوگوں نے موضع غیاث پور کو جہاں اب حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ ہے اپنا مستقر قرار دے کر مقام کا نام مغل پورہ رکھا۔

دکن اور علاؤالدین داماد شاہ

جب چھجو کی بغاوت کے خاتمہ بعد علاؤالدین کو کڑا مانک پور کا حاکم بنایا گیا تو وہ اس دوری سے بے حد خوش ہوا اور مزید دوری کے لئے دکن کے مہمات میں مصروف رہنے کو مناسب سمجھنے لگا۔ چونکہ بد مزاج درشت طبع علاؤالدین اپنی تیز و تند مزاج حسین بیوی جو سلطان کی بیٹی تھی اور ملکہ جہاں علاؤالدین کی خوشدامن جو اپنی بیٹی کی تائید میں رہتی تھی اور بادشاہ پر اثر رکھتی تھی بے حد خائف تھا۔ ۶۹۲ھ میں علاؤالدین خلجی نے بھیلسہ پر بہ اجازت سلطان جلال الدین لوٹ مار مچائی اور بہت سا مال غنیمت لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کے دو مشہور بت اس نے بدایوں کے دروازے میں ڈال دیئے کہ لوگوں کے پاؤں میں آکر پامال ہوجائیں۔ سلطان کو علاؤالدین کی یہ خدمات بہت پسند آئیں۔ علاوہ اور شاہانہ نوازشوں کے اودھ کا بھی صوبہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ علاؤالدین نے سلطان کو خوش کر عرض کی چندیری کے آس پاس کے علاقوں میں بہت دولت مند راجہ آباد ہیں اگر اجازت ہو تو میں اپنی جاگیر کی آمدنی سے ایک لشکر تیار کر کے اور اس لشکر کو لے کے ان راجاؤں کو شکست دے کر ان کی دولت خزانہ شاہی میں جمع کرا دوں۔ سلطان لالچ میں آگیا اور بغیر سوچے سمجھے کہ علاؤالدین کا مقصد ملکہ جہاں اور اپنی بیوی سے دور رہنا ہے، خوشی سے اجازت دیدی اور یہی اجازت اور لالچ، ایک دن یا کہ سلطان ہی کی موت کا سبب بن گئی۔

علاؤالدین نے ۶۹۴ھ میں دکن کے راجہ رام دیو کے خزانوں کی خاطر جنگل کے راستہ سے سفر کر کے دیوگڑھ فتح کیا اور ناقابل قیاس دولت حاصل کی۔ دیوگڑھ کی فتح میں بلا اطلاع سلطان مصروف رہا بلکہ چھ ماہ تک سلطان کو علاؤالدین کی کوئی اطلاع سرکاری طور پر نہ ملی۔ غیر سرکاری اطلاعات موصول ہوئیں کہ علاؤالدین نے دیوگڑھ فتح کر لیا اور اس قدر مال و اسباب اور دولت ہاتھ آئی ہے کہ اس سے قبل کسی دہلی کے بادشاہ کو میسر نہ آئی تھی اور علاؤالدین کی بغاوت کے چرچے بھی سننے میں آنے لگے۔ ان چرچوں کی پروانہ کر کے سلطان ۶۹۵ھ کے آغاز پر شکار کھیلنے گوالیار گیا۔ چندماہ وہاں قیام

کے دوران ایک بہت بڑا بلند گنبد تعمیر کروایا اور ایک چبوترا بھی بنوایا ایک رباعی خود کی کہی اس گنبد کے سامنے کندہ کروائی یہی علاؤالدین کے بارے میں اپنے خاص مصاحبوں اور مشیروں سے تنہائی میں مشورے بھی کئے ۔ مگر سلطان کا بُرا وقت آچکا تھا ۔ سلطان نے ملک حبیب احمد جیسے ذی شعور صاحب عقل و فہم کے مشوروں کو جو اس نے علاؤالدین سے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے دیئے تھے نہ مانا اور اس کو "خود غرض" کے لقب سے خطاب کر کے کہا "تم ہمیشہ علاؤالدین سے بدگمان رہتے ہو ۔ میں نے آغوش میں اپنے اسے پالا ہے اور بیٹا کہا ہے میرے حقیقی بیٹے میرے مقابلہ پر آسکتے ہیں مگر علاؤالدین مجھ سے بغاوت نہیں کرسکتا" ملک احمد سلطان کی تباہی کا تصور اور یقین لئے محفل سے اٹھ گیا ۔ سلطان دہلی آگیا ۔

علاؤالدین کے فریب دہ خطوط:

سلطان شکار گوالیار سے فارغ ہو کر دہلی آیا ہی تھا کہ علاؤالدین کا خط سلطان کو ملا کہ وہ کثیر رقم دولت (۱۳ ہاتھی اور بے شمار ہیرے جواہرات جس کی فہرست منسلک ہمراہ خط تھی نذر پیش کرنا چاہتا ہے مگر مسلسل غیر حاضری کی بناء پر عتاب کا خوف دامن گیر ہے ایک خاص فرمان اپنے دست مبارک سے خوشنودی کا روانہ فرمائیں تو غلام حاضر ہوتا ہے ۔ جلال الدین دولت کی فہرست دیکھ کر دیوانہ ہو رہا تھا فوری فرمان حسب خواہش بلا مشورہ روانہ کر دیا اس اثناء میں علاؤالدین بالکل باغی ہو چکا تھا ۔ فرمان لے جانے والے سب اس کی حراست میں آگئے ۔ دوسری جانب علاؤالدین نے اپنے بھائی الماس بیگ کو دو خطوط لکھے ایک سلطان کو دکھانے کہ وہ سلطان کو باپ سے زیادہ سمجھتا ہے ۔ اگر سلطان کا اس پر عتاب ہے تو وہ زہر کھا کر خودکشی کر لے گا یا کسی ملک کو چلا جائے گا ۔ دوسرا خط راز میں لکھا کہ سلطان کو تنہا میرے پاس لانے کی کوشش کرنا ۔ الماس بیگ نے آنکھوں میں آنسو لاکر پہلا خط سلطان کو بتلایا اور رونے لگا کہ آپ کا جانثار بھتیجا خودکشی کرے گا یا کسی ملک کو چلا جائیگا ۔ آپ خود پہونچ کر اپنی بے پناہ محبت کا اس کو ثبوت عطا فرمائیں سلطان نے سوچا کہ اگر علاؤالدین کسی ملک کو چلا جائے تو دولت کثیر بھی چلی جائے گی ۔ فوری الماس بیگ کو روانہ کیا کہ تم فوراً کٹرہ ذریعہ کشتی روانہ ہو جاؤ اور اس کو خودکشی اور کہیں جانے سے روکو میں بھی آتا ہوں ۔ الماس بیگ سات روز میں علاؤالدین کے پاس پہنچ کر تیار کیا دی دہ کر تیر نشانہ پر لگ گیا ۔

سلطان جلال الدین کا قتل

جلال الدین مال کے لالچ میں دیوانہ ہو رہا تھا کہ کہیں علاؤ الدین کسی ملک کو مال لے کر چلا نہ جائے۔ عجلت میں ملک احمد حبیب کو لشکر خشکی کے راستہ کڑہ لانے ہدایت کر کے خود بانخصوص (۵۵) سواروں کے ساتھ دریا کے راستے جلد پہنچنے کشتی میں سوار ہو گیا۔ رمضان کی سترھویں تاریخ تھی بادشاہ روزہ تھا۔ جب علاؤ الدین نے سلطان کے قریب آنے کی خبر سنی تو استقبال کے لئے الماس بیگ کو خاص ہدایات دے کر روانہ کیا۔ الماس بیگ اداکاری کر کے سلطان سے کہنے لگا کہ میں ایک دن بھی دیر سے پہونچتا تو علاؤ الدین خودکشی کر لیا ہوتا اس کے دل میں ابھی خوف باقی ہے۔ آپ کے مسلح سپاہیوں کو دیکھ کر وہ فرار نہ ہو جائے۔ یا خودکشی نہ کر لے چونکہ اب آپ بہت قریب آچکے ہیں اپنے مصاحبوں کو حکم دیجئے کہ اپنے ہتھیار پھینک دیں۔ سلطان لالچ میں اندھا ہو رہا تھا لہذا حکم دیدیا اور الماس بیگ سے کہا ہم اتنی دور سے آئے ہیں کیا علاؤ الدین سے اتنا نہ ہو سکا کہ دریا میں استقبال کے لئے تمہاری طرح آتا۔ الماس بیگ نے کہا وہ سامان کثیر یہاں نہیں لا سکتا وہ تمام متاع لے بغرض نذرانے پیش کرنے کے لئے بے چین کھڑا ہے اور افطار کا بھی آپ کے لئے شاندار اہتمام کر رکھا ہے۔ جلال الدین کشتی میں بیٹھا بحالت روزہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ عصر کے وقت کشتی کنارے سے لگی۔ بادشاہ کشتی سے اترا۔ علاؤ الدین نے آگے بڑھ کر بادشاہ کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا بادشاہ نے پیار سے اس کے گال پر ایک ہلکی سی چپت ماری اور محبت سے فرمایا "میں نے تجھے بار و کس قدر محبت سے پرورش کیا اور تجھے اپنے حقیقی بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھا۔ تیرے بچپن کی بو اب تک میرے کپڑوں سے نہیں گئی۔ پھر تیرے دل میں میرے خلاف خوف کیسے پیدا ہوا؟ یہہ کہہ کر سلطان نے محبت سے علاؤ الدین کا ہاتھ پکڑا اور کشتی کی طرف چلا۔ علاؤ الدین نے ان لوگوں کو اشارہ کیا جن کو سلطان کے قتل کے لئے تیار رکھا گیا تھا۔ سمانہ کے ایک سپاہی محمد بن سالم نے بادشاہ پر تلوار کا ایک وار کیا۔ بادشاہ زخم کھا کر کشتی کی طرف بھاگا اور کہا اے بدبخت علاؤ الدین! تو نے یہہ کیا کیا؟" بادشاہ بمشکل کشتی تک پہنچا بھی نہ تھا کہ اختیار الدین بادشاہ ہی کا پروردہ تھا بادشاہ کی طرف لپکا اور بادشاہ کو پچھاڑ کر اس کا سر کاٹ کے ملک کے سات سال سے کچھ زائد دور حکومت کا خاتمہ کر ڈالا۔ اس وقت غروب آفتاب کا وقت تھا گویا یہہ بادشاہ کا افطار تھا، جس کا انتظام و اہتمام علاؤ الدین نے بقول الماس بیگ رکھا تھا۔ بادشاہ کا سر قاتل نے علاؤ الدین کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ کشتی میں سوار

بادشاہ کے ہمراہی سب قتل کئے گئے۔ سلطان کا سر نیزے پر لگا کر کڑہ اور مانک پور کے
میں تشہیر کرنے بعد اس سر کو اودھ لے گئے۔ یہ تھا ایک طرف سلطان جلال الدین کے
تدبر اور عفو بیجا کا وہ جذبہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کے خلاف جارہا تھا اور
کی لالچ، سید مولہ کے خون کا انتقام اور مشوروں کے قبول نہ کرنے کا انجام جبکہ رسول
صاحب وحی ہونے ہوئے اچھے مشورہ قبول فرمایا کرتے تھے۔

انجامِ قاتلاں:۔ جلال الدین کو قتل کرنے والوں میں سے محمود بن سالم جذام میں
ہوا اور اختیار الدین دیوانہ ہوگیا۔ تین چار برسوں میں جلال الدین کو شہید کرنے والے
فنار سے ہمکنار ہوگئے۔ البتہ علاؤ الدین کو بیس سال کی ڈھیل ضرور ملی لیکن اس کا خاندان
کہ آگے آئے گا خود اس کے پروردوں کے ہاتھوں فنار کے گھاٹ اترا اور اسی کے
نے اس کے بیٹوں کو اندھا اور اس کی لڑکیوں اور بیویوں کو ہندوؤں کے حوالے کیا۔
مورخ دربار آصف سیدؒ مولا کے قتل نے جلال الدین کی وہ گت بنائی اور جلال الدین
نے علاؤ الدین کے خاندان کا نام ونشان مٹا دیا۔ مورخ تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ ایک
تھا کہ جلال الدین نے اپنے محسن آقا کی اولاد کو ختم کر کے تین سالہ کیومرث کو قتل کر کے
کیقباد کو ضربات پہنچا کر جمنا میں پھینک کر اس کے پانی کو خون سے رنگین کیا تھا آج ا
خون سے گنگا کے پانی کو علاؤ الدین نے رنگین کیا پھر ایک وقت آیا کہ علاؤ الدین کے خاندان
ایک، فرد بھی صفحہ ہستی پر نہ رہا سچ فرمایا علامہ اقبال نے سے

تیرے دین و ادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی ؎ یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری
امید نہ رکھ دولتِ دنیا سے وفا کی ؎ رم اس کی طبیعت میں ہے مانند غزالہ

ملکہ جہاں کا ایک اور غلط اقدام:۔ جلال الدین کی بیوی ملکہ جہاں نے آخری قدم بھی
کر خاندان کی تباہی کو مکمل کر دیا۔ اولاً ہی اپنے
تند مزاج بیٹی یعنی علاؤ الدین کی بیوی کی حمایت کر کے بدمزاج علاؤ الدین کو جلال الدین کے
منزل پر پہنچا دیا تھا۔ اب جوں ہی اس نے اپنے شوہر کے قتل کی خبر سنی بغیر کسی مشورہ کے
کم عمر بیٹے رکن الدین ابراہیم کو تخت پر بٹھایا، اس خیال خام کے تحت کہ سلطنت خود ا
ہاتھ میں رہے۔ ایک طرف امرائے سلطنت کو ناراض کر دیا تو دوسری جانب جلال الدین کے
کردہ ولی عہد ارکلی خاں جو میدان جنگ میں ماہر اور اصول حکمرانی سے آگاہ تھا ایسے بیٹے

پھر دیا۔ ارکلی خاں نے جو اس وقت ملتان میں تھا جب ماں کی اس حرکت کی خبر سنی صبر کیا اور ملتان ہی میں رہا۔ علاؤالدین جس نے سلطان جلال الدین کے قتل کے بعد کڑہ اور اودھ کی بادشاہت کا اعلان کیا تھا اس کم سن بچے کی تخت نشینی اور امراء کی ناراضی کے حالات سُنے تو دہلی کا بادشاہ بننے کا پکا ارادہ کر لیا گویا ملکہ جہاں نے خود اس کے لئے راستہ ہموار کر دیا تھا۔

بادشاہ بننے کے انداز:۔

علاؤالدین نے اب دکھاوے کی سخاوت شروع کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ شاہی سراپردہ کے قریب ایک ترازو لٹکا دیا گیا تھا اور ہر روز صبح و شام دکن سے لائی ہوئی دولت سے پانچ من روپے و اشرفیاں تول کر لوگوں میں تقسیم کی جانے لگیں۔ علاؤالدین کی سخاوت کا شہرہ دور دور ہوا تو تمام علاقوں کے لشکر اس کی بارگاہ میں آکر جمع ہوتے لگے۔ اب علاؤالدین اپنے عظیم لشکر کے ساتھ بدایوں پہنچا۔ ناسمجھ سلطان رکن الدین ابراہیم اپنے امیروں اور ارکین سلطنت کو ساٹھ ہزار کا لشکر دیکر علاؤالدین کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ یہ امراء و اراکین سلطنت جو پہلے ہی سے اس کی تخت نشینی کی وجہ سے ناراض تھے۔ جب علاؤالدین کی دولت کی چمک دیکھی اس کی فوج کا ایک جزو بن گئے۔

ملکہ جہاں اب پریشان ہوئی اور ایک قاصد ملتان اپنے فرزند ارکلی خاں کو لانے روانہ کیا۔ ارکلی خاں نے کہلا بھیجا "اب وقت ہاتھ سے جا چکا ہے۔ فوج دشمن سے مل گئی شاہی خزانے فضول خرچی اور ناسمجھی سے ملکہ جہاں اور کم عمر بادشاہ نے خالی کر دیئے۔ ان حالات میں میرے آنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا"۔ علاؤالدین کو ان باتوں کی بھی اطلاع مل گئی۔ وہ دہلی پہنچتے میں بڑی احتیاط سے کام لے کر جلد از جلد دریائے جمنا کو پار کرکے "باغ جود" والے دروازے کے سامنے باغ اور دریا جمنا کے درمیانی میدان میں خیمہ زن ہوا۔ رکن الدین ابراہیم کے باپ کے زمانے کے معتبر امراء علاؤالدین تعلی سے جا ملے۔ اب رکن الدین ابراہیم اپنی ماں بہنوں اور خزانے کا بڑا سا بچا روپیہ اور ملک حبیب احمد ملک قطب علوی اور امیر جلال تلنگانی کے ہمراہ ملتان بھاگ گیا۔ اس کے فرار ہوتے بعد تمام شرفاء شہر اور روساء علاؤالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علاؤالدین کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا گیا اور تمام شاہانہ رسوم ادا کی گئیں۔ علامہ اقبال نے صحیح فرمایا کہ بادشاہت مکر و فریب ہے۔ بادشاہت اور شیطانیت میں فرق ہی نہیں صرف خلافت ہی سب کا تحفظ کر سکتی ہے۔

ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ ؛ خلافت حفظ ناموس الٰہی است

باب ششم

علاؤ الدین خلجی

۲۲ ذی الحجہ ۶۹۵ھ مردہ قلب اور مردہ ضمیر علاؤالدین خلجی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ دہلی میں داخل ہو کر تخت شاہی پر قابض ہوا۔ تخت نشینی کے بعد وہ کوشک لعل کو دارالخلافہ قرار دیا۔ ایک تین روزہ جشن مسرت تخت نشینی کے سلسلہ میں منعقد کیا۔ شہر سجایا گیا۔ عیش و عشرت کی محفلیں برپا کی گئیں۔ مذہب کو خیر باد کہہ کر گلی گلی کوچہ کوچہ شراب کی دکانات کھول دی گئیں اور عیش کوشی کے اسباب مہیا کیے گئے۔ علاؤالدین نے بھی خوب دل کھول کر عیش و عشرت کے ان ہنگاموں میں حصہ لیا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے اور جلال الدین خلجی کے قتل کا غبار جو عوام کے دلوں میں ہے جاتا رہے۔ بیوقوف عوام اور عقل اور مذہب سے ناآشنا رعایا عیش کوشی اور شراب نوشی میں گم ہوگئی علاؤالدین اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ جشن کے بعد امور سلطنت کی طرف توجہ کی امراء درباریوں کو خطابات عطا کئے اور سب کو کسی نہ کسی کام پر لگا کر مصروف کر دیا۔ اوقاف کی آمدنی ان کے حقداروں کو دیکر اور چھ ماہ کی تنخواہ شاہی ملازمین کو دیکر ان سب کو اپنی طرف مائل کیا۔

جلال الدین کی اولاد و خاندان پھر امراء کی تباہی

۶۹۶ھ کو علاؤالدین نے ... ہزار سواروں کا ایک لشکر الماس بیگ اور ظفر خاں کی سرکردگی میں ملتان روانہ کیا، جہاں جلال الدین کے بیٹے ارکلی خان اور رکن الدین اپنی بے بسی کی زندگی، خاموشی کے ساتھ گزار رہے تھے۔ لشکر کے آتے ہی ملتان والوں نے ان دونوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مجبوراً ارکلی خان الماس بیگ کے پاس حاضر ہوگیا اس کے باوجود ارکلی خان کے دو بیٹوں کو قتل کیا گیا۔ ملک احمد حبیب جلال الدین خلجی کی بہنوں کو مع ملکہ جہاں دہلی لاکر قید کیا گیا۔ پھر جلال الدین خلجی کے بیٹوں اور داماد الغوخان کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیاں پھیر کر انہیں اندھا کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد علاؤالدین نے ان امراء کی طرف توجہ کی جنہوں نے علاؤالدین کی دولت کی طمع میں آکر جلال الدین کی اولاد سے بے وفائی کر کے ان کو تباہ کرنے میں اس کی مدد کی تھی۔ بیشتر کی آنکھوں میں لوہے کی گرم سلائیاں پھیر

اور بہت سوں کو قید کر دیا گیا ۔ ان تمام امراء سے مال و دولت جو علاؤالدین نے اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں تقسیم کی تھی کہ جلال الدین کی اولاد کی وفاداری چھوڑ کر اس کی طرف مائل ہوں ۔ علاؤالدین نے ان پر بے وفائی کا الزام لگا کر تمام دولت ان سے چھین کر خزانہ شاہی میں جمع کروا دی ۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ علاؤالدین کی خود اپنے محسن آقا مہربان چچا و خسر کے ساتھ کی ہوئی بے وفائی بے وفائی نہ تھی ۔ محاسبہ دوسروں کا کر کے سزائیں دی گئیں ۔ علامہ کی زبان میں ان حالات میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہائے ع قوم کے ہاتھ سے جاتا ہے متاع کردار

مغلوں کا پہلا حملہ تخت نشینی کے دوسرے سال ماوراء النہر کے حاکم دواخان نے ایک لاکھ مغل کا لشکر پنجاب اور لاہور فتح کرنے کی غرض سے روانہ کیا ۔ علاؤالدین نے الماس بیگ اور ظفر خان کو ایک بہت بڑا لشکر دیکر روانہ کیا ۔ بارہ[۱۲] ہزار مغل سپاہی قتل کئے گئے علاؤالدین نے مغل کے بہت سے امراء و سردار گرفتار بھی ہوئے جن کو عبرت ناک سزائیں دینے کے بعد قتل کر کے ان مقتول امیروں کے سر اور ان کی بیوی بچوں کو دہلی لایا گیا ۔

فتح گجرات کنولا[۱] دیوی ملک کافور[۲] اور دیول دی[۳] ۶۹۷ھ میں علاؤالدین نے الماس بیگ اور نصرت خان کو گجرات کی فتح کے لئے روانہ کیا ۔ نہروالہ اور گجرات کے سارے علاقے میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے انہیں فتح کر لیا نہروالا کا راجہ رائے کرن دکن کے حکمراں راجہ رام کے پاس پناہ گزین ہوا پھر گجرات کے ایک صوبہ بگلانہ ضلع ناسک میں مقیم ہوا ۔ علاؤالدین کے امرا نے کنولا دیوی کو جو راجہ رائے کرن کی رانیوں میں سب سے زیادہ حسین بلحاظ صورت و اخلاق وعادات شیریں کلامی وخوش گفتاری اور دلربایانہ اداؤں میں جواب نہ رکھتی تھی علاؤالدین کے ہاں روانہ کردیا جسے علاؤالدین نے اپنے محل میں داخل کر لیا ۔ ملک کافور کے ہزار دیناری کو اس کے آقا سے زبردستی چھین کر اسے بھی علاؤالدین کے ہاں روانہ کیا ۔ ملک کافور کے بارے میں تاریخ فرشتہ لکھتا ہے کہ علاؤالدین اس کی محبت میں ایسا گرفتار رہا کہ اس کی نگاہوں میں اس خوجہ (مخنث) غلام کے مقابلہ میں دین اور دنیا کی کسی چیز کی وقعت نہ رہی ۔ اس خوجہ (ہیجڑے) کی محبت و عشق میں مبتلا ہو کر علاؤالدین نے عقل و فہم اور مذہب کا بھی پاس نہ کیا ۔

گجرات میں ایک مشہور بت تھا جو سومنات کا ہم نام اور ہم مرتبہ سمجھا جاتا تھا یہ دہلی روانہ کیا گیا جسے راستہ میں ڈال دیا گیا کہ آتے جانے والوں کے قدموں میں آکر پامال ہو جائے یہ کام کوئی مذہبی جذبہ کے تحت نہ تھا محمود غزنوی کی محض بلا جذبہ کاپی تھی یا اپنے بیجا اقتدار کا اظہار ۔

دیولدی

ایک عرصہ گذر جانے کے بعد رانی کنولا دیوی نے علاؤالدین سے کہا کہ میری دو بیٹیاں تھیں راجہ رائے کرن کے محل میں تھیں بڑی بیٹی کا معلوم ہوا ہے کہ انتقال ہو چکا ہے چھوٹی لڑکی جسے میں چار برس کی چھوڑ کر آئی تھی جس کا نام دیولدی ہے زندہ ہے میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ علاؤالدین نے حکم دیا کہ چاہے سختی سے ہی کام کیوں نہ لینا پڑے راجہ رائے کرن کی بیٹی دیولدی کو جلد از جلد میرے پاس روانہ کیا جائے۔ راجہ رائے نے اپنی بیٹی کو دینے سے انکار کیا۔ جنگ ہوئی۔ بہر حال دیولدی کو ۷۰۶ھ میں علاؤالدین کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ علاؤالدین کا بڑا بیٹا خضر خاں اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا۔ علاؤالدین نے دیولدی کو خضر خاں کے حوالے کر دیا۔ حضرت امیر خسرو نے اپنی مشہور مثنوی "خضر خانی و دیولدی" میں ان دونوں کے عشق کی کو تفصیل سے بیان کیا ہے ناظرین کرام اس کتاب کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

وحشیانہ سزائیں

علاؤالدین نے جالور کے مغل گرفتار شدہ باغیوں کو ملک نصرت کے بغرض سزا کیا۔ اس نے غیر اسلامی طریقہ سے وحشیانہ سزائیں دیں ان لوگوں کے بچوں اور عورتوں کو خاکروبوں کے سپرد کر کے حکم دیا کہ شیر خوار بچوں کو ان کی ماؤں اور بہنوں کے سروں پر پتھروں کی طرح اس وقت تک مارا جائے جب تک یہ بچے ہلاک نہ ہو جائیں چنانچہ یہ معصوم بچے ٹھنکی ہوئی روٹی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہلاک ہو گئے اس کے بعد عورتوں کو بازار میں ذلیل کر کے ہندوؤں کے سپرد کر دیا گیا اس سے قبل کبھی ایسا دستور رہی نہ تھا آگے آپ پڑھئے قدرت کا انتقام کا وقت آیا تو علاؤالدین کی بیوی اور بچوں کو خسرو خان نے ہندوؤں کے حوالے کر دیا۔

بے حمیت علاؤالدین بے غیرت راجہ رتن سین اور اسکی دانشمند بیٹی

راجہ رتن سین حاکم قلعہ چیتور علاؤالدین خلجی کی قید میں زندگی بسر کر رہا تھا ایک عرصہ بعد کسی نے علاؤالدین سے کہدیا کہ راجہ کی عورتوں میں ایک پدمنی نام کی رانی ہے جو غضب کی حسین اور تمام صفات محبوبی کا مجموعہ ہے۔ بے حمیت علاؤالدین کی ہوس پرست فطرت نے جو اسلام کے اصول و احکام کے بالکل مغائر تھی راجہ کو پیغام بھجوایا کہ اگر وہ اپنی رانی کو علاؤالدین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرے تو اسکو آزادی دے دی جائے گی۔ ملوکیت کا شیدا اور خلافت الٰہی سے محروم علاؤالدین کا یہ پیغام بلاشبہ صاحب اسلام کے لئے بے حمیتی اور ہوس کا ثبوت تھا اسلئے علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ ☆ خلافت حفظ ناموس الٰہی است

ترجمہ: "بادشاہت مکمل مکر فریب شعبدہ بازی اور چالاکی ہے اور خلافت الٰہی عزت الٰہی کی حفاظت کا نام ہے" ــــــــ علاؤالدین کا پیام سن کر بے غیرت با جیوت راجہ نے یہ شرط منظور کر لی اور

اپنے چند معتبر آدمیوں کو کوہستان روانہ کیا کہ وہ رانی پدمنی کو لیکر آئیں ۔ علامہ اقبالؒ نے ایسے غلام فطرت غلاموں کے بارے میں جو حیا سے محروم ہوجاتے ہیں فرمایا ہے

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو ؛ آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
پھر سہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پہ ؛ کہ دنیا میں فقط مردان حر کی آنکھ ہے بینا

جب پدمنی کو لانے راجہ کے آدمی پہنچے تو راجہ کے راجپوت رشتہ داروں نے غضب میں آکر پدمنی کو زہر دے کر ختم کرنے کا ارادہ کیا لیکن راجہ رتن سین کی بیٹی بڑی عقل مند تھی اس نے ایک تدبیر نکالی کہ راجپوت جانبازوں کا ایک گروہ ایک پہر رات گزر جانے کے بعد دہلی میں داخل ہوکر یہ مشہور کریں کہ پدمنی رانی اپنے متعلقین کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے آئی ہے قید خانے کے پاس پہنچ کر جانباز تلواروں کو نیام سے نکالیں قید خانے پر حملہ کرکے راجہ کو حاصل کرکے بھاگ آئیں ۔ اس تجویز پر عمل کیا گیا ۔ دربانوں کو قتل کرکے راجہ کو جیل سے نکال گھوڑے پر بیٹھا فرار ہوگئے علاؤالدین نہ راجہ کو پاسکا نہ رانی کو اسلئے علاؤالدین کے سے حکمرانوں کے بارے میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ترے دین و ادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی ؛ یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالم پیری

مغلوں کے حملے

(۱) لشکر دہلی گجرات کی فتح میں مصروف تھا ۔ چلدی نام کے ایک مغل نے سیوستان یعنی سندھ کا شمال مغربی علاقہ پر قبضہ کرلیا ظفر خاں مقابلہ کے لئے روانہ کیا گیا چلدی اور اسکے بھائی مع ہمراہیوں کے گرفتار ہوئے ۔

(۲) اسی سال کے آخر میں دوا خاں کا بیٹا خواجہ بینش تمن یعنی دو لاکھ مغل سواروں کو لیکے ہندستان فتح کرنے ماوراالنہر پہنچا علاؤالدین تین لاکھ سواروں اور دو ہزار سات سو (۲۷۰۰) ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ باوجود امراء کے منع کرنے کے مقابلہ کو گیا' تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے عرض ہے کہ مغل سر پہ پاؤں رکھکر بھاگے ۔ یہ جنگ اس قدر خون ریز اور عظیم تھی کہ دہلی میں اس وقت تک اس قدر عظیم لشکروں کا ٹکراؤ نہ ہوا تھا ۔ اس جنگ کے جیت جانے سے علاؤالدین کے دماغ میں انوکھا خلل پیدا ہوا ۔

علاؤالدین کا خلل دماغ

علاؤالدین کو جب کامیابیاں نصیب ہونے لگیں بے شمار عورتوں کو حرم میں داخل کیا اور اولادوں میں بہت اضافہ ہوا سارا ملک دشمنوں سے پاک صاف ہوگیا تو اس کے دماغ میں انوکھا خلل پیدا ہوا اور پیغمبری کے خواب دیکھنے لگا کہ علاؤالدین محفل شراب میں اس طرح کی بیہودہ گوئی کرنے لگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت اور شوکت

سے شریعت قائم کی اور ان کے چار خلفائے نے اس شریعت کو مضبوط کیا اسی طرح اگر میں بھی اپنے امراء الماس بیگ الغ خاں ملک ہزبرالدین ظفر خاں ملک نصرت خان، اور سنجر الپ خان کو اور سہارے کے بل پر ایک نیا مذہب و شریعت جاری کردوں تو پھر روز قیامت تک میرا نام باقی علاؤالدین کا دوسرا خیال خام یہ تھا کہ سکندر کی طرح ساری دنیا فتح کرنے روانہ ہوجائے اور جو ملک فتح کرے وہاں کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرے۔ ساری دنیا میں اپنی فتوحات مذہب کے جھنڈے گاڑدے۔ علاؤالدین جب بھی اپنے امراء اور اراکین سلطنت سے ان خیالوں کا تذکرہ کرتا تو وہ اس کی بدمزاجی اور درشت طبیعت سے واقفیت کی بناء پر ہاں میں ہاں اور اس کے حسب منشاء جواب دیتے۔ مغلوں کو شکست دینے کے بعد اس نے سکندر ثانی کا لقب جمعہ خطبوں میں اپنے نام کے ساتھ اضافہ کرنے کا حکم بھی دے دیا تھا۔ سکوں اور ظفروں پر بھی اس کو کروایا۔ ساری دنیا کو فتح کرنے اور نیا مذہب جاری کرنے کی سکواس تیز سے تیز کردیں۔

اصل واقعہ یہ تھا کہ علاؤالدین محض جاہل تھا۔ ساری زندگی جاہل خلجیوں میں گزری تھی لکھنے سے بالکل آشنا نہ تھا۔ اجڑپن اور حیوانیت بقول مورخ فرشتہ اس کی طبیعت کے نمایاں جوہر تھے عام مسلمان اور بزرگان دین اس کے ان خیالات سے رنجیدہ ہوتے اور ان شیطانی خیالات سے بچ پانے اور مذہب اسلام پر اس کے ثابت قدم رہنے کی دعائیں کرتے۔

ایک محمد[م] کے غلام کا اپنی جان پر کھیل کر جیت جانا

کوتوال دہلی ملک علاؤالدین علاء الملک بہت زیادہ موٹا تھا اسلئے وہ مہینے میں صرف ایک بار پہلی تاریخ کو بادشاہ کی خدمت میں آداب بجالانے اور بادشاہ کی محفل شراب میں شرکت کرنے آیا کرتا تھا۔ ایک پہلی تاریخ جب وہ شریک محفل ہوا علاؤالدین نے اپنے بیہودہ خیالات بابت ایجاد نیا مذہب اور دنیا فتح کرنے کے تعلق سے پھر ظاہر کئے۔ کو علاؤالملک نے سوچا عمر کے آخری حصہ میں پہنچ ہی چکا ہوں اگر شہادت نصیب ہوجائے اور میں آقائے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوجاؤں تو زہے نصیب، خاموشی اور ہاں میں ہاں ملانا کسی مناسب نہیں۔ اس نے بادشاہ سے عرض کیا اگر اس مجلس میں بادہ نوشی کے دور کو ذرا روک دیا جائے مجلس کو اغیار سے خالی کردیا جائے تو یہ خادم اپنی ناقص رائے کے مطابق کچھ عرض کرنے کی جسارت کرے گا۔ اگر میری گزارش پسند آئے تو زہے نصیب، ورنہ اس ضعیف العمر خادم کو جس کی عقل دا خراب ہوتی جارہی ہے معاف فرما دیا جائے" درخواست منظور ہوئی، جام و مینا ہٹا دیا گیا سوائے چند خاص احباب کے جب کوئی نہ رہا تو علاء الملک نے ہاتھ باندھ کر بادشاہ سے کہا "مذہب اور شریعت

کا تعلق انبیائے کرام سے ہے اور ان کی وحی آسمانی ہوتی ہے نبوت کا منصب حضرت محمد صلعم پر ختم ہو چکا ہے ۔ اگر آپ نے کسی نئے مذہب کے جاری کرنے کا اعلان کیا تو تمام دنیا کے مسلمان آپ کے خلاف ہو جائیں گے سارے ملک میں فتنہ و فساد شروع ہو جائے گا ۔ حضور کو اچھی طرح علم ہے کہ چنگیز خاں اور اسکی اولاد نے سالہا سال تک مذہب اسلام کو نیست و نابود کرنے اور اپنے مذہب کو جو ہزاروں سال سے ترکستان میں تھا ۔ رائج کرنے کے لئے بے حساب جنگیں کیں اور مسلمانوں کو قتل کیا لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور مشرف بہ اسلام ہو کر اسلام کی حفاظت کے لئے کافروں سے جہاد کئے ۔ اسلئے خادم کا ناقص مشورہ ہے اس خیال کو حضور ذہن سے نکال دیں " علاؤالدین بغور یہ باتیں سنتا رہا ، تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا پھر اس نے کہا " تو نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے ۔ انشاءاللہ آئندہ میں کبھی اس قسم کی باتیں نہ کروں گا لیکن میرے دوسرے خیال کے متعلق تیری کیا رائے ہے " کوتوال نے کہا " عالیجاہ کا دوسرا خیال بالکل درست اور عالیجاہ کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی کے پیش نظر ہے صرف اس قدر عرض ہے کہ آج کا زمانہ سکندر کے زمانے سے مختلف ہے ۔ سکندر کے زمانہ میں عہد شکنی مکاری اور چالبازی نہ تھی اور ارسطو جیسا عالی دماغ وزیر میسر تھا کہ (۳۲) سال تک اپنے ملک سے باہر رہ کر اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرتا رہا ۔ لیکن اس کی عدم موجودگی میں نظام سلطنت میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہ ہوئی جب سکندر واپس اپنے ملک پہنچا سب کو اپنا ویسا ہی اطاعت گزار پایا علاؤالدین نے کہا اگر میں رکاوٹوں کا خیال کروں تو میں صرف دہلی کا بادشاہ رہ جاؤنگا اور میرے خزانے ، دولت اور دفینے ، کثیر فوج کس کام آئے گی ۔ کوتوال نے سلطان کی توجہ ہندوستان کے سرحدی علاقوں کی فتح پھر جنوبی علاقوں کی فتح کی طرف پلٹا دی اور سمجھایا کہ ان امور کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ حضور شراب نوشی ، عیش کوشی ، سیر و شکار وغیرہ کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیں اور تمام مہمات کی خود نگرانی کریں ۔ علاؤالدین بہت متاثر ہوا ۔ اسے جامہ زر دوزی دس ہزار تنکہ اور دو عدد مرصع زین ، لگام کے گھوڑے انعام میں دیئے بقیہ حاضرین مجلس نے بھی خوش ہو کر کئی کئی ہزار تنکے اور دو دو گھوڑے بطور تحفہ دیئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے بھی علاؤالملک کے حق میں دعائے خیر کی ۔

فتوحات | تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے عرض ہے کہ علاؤالدین کے فتوحات نے ہندوستان کے ہر خطے کا احاطہ کر لیا تھا ۔ اس کے زمانے میں چوراسی (۸۴) چھوٹی بڑی لڑائیاں ہوئیں ہر لڑائی میں یہ کامیاب رہا جس کی وجہ سے اس کے غرور و تکبر کی انتہا نہ رہی ۔ قلعہ رنتھمبور دکن قلعہ سیوانہ قلعہ جالور ، تلنگانہ کے سرحدی علاقے قصبہ اندور بیرونی قلعے کے فتوحات دھور سمندر اور معبر کی فتح نے اسکو

مکمل ہندوستان کا پہلا سلطان و شہنشاہ بنادیا تھا۔

اباحیوں کا قتل ایک اباحیوں کا گروہ دہلی میں آیا ان کے دستور کے مطابق سال ایک مرتبہ جشنِ مسرت منعقد کرتے تھے اور اس رات تمام محرمات شرعی یعنی ماں بہنیں وغیرہ کو۔ سمجھتے تھے۔ علاؤالدین نے اپنے عہد حکومت میں کوئی اچھا کام کیا تو یہی کہ سب کو قتل کا حکم دیکر ان کا نام ونشان مٹا ڈالا۔

ظلم ہی ظلم علاؤالدین کے دور کا ایک انوکھا ظلم کا واقعہ نومسلم مغلوں کا ہے۔ علاؤالدین نے بلا وجہ تمام نومسلم مغلوں کو فوج سے نکال دیا۔ آخران میں سے چند نے پر ہوکر ارادہ کیا کہ جب بادشاہ شکار کھیل رہا ہو اسکو قتل کر دینا چاہیئے بادشاہ کو یہ اطلاع ملنے کی تھی کہ تمام بے گناہ مسلم مغلوں کو قتل عام کا حکم دیدیا چند کے صرف ارادہ کی بنادپر چودہ پندرہ بے گناہ نومسلم مغلوں کو قتل کر دیا گیا۔ ظلم برہنہ ہوکر نومسلموں کی نگاہوں میں ناچنے لگا۔

مغلوں کے حملے ماوراء النہر سے مغلوں کا ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر دریائے کنارے مقیم ہوا اس وقت علاؤالدین کی فوج کا بہترین حصہ دکن میں ورنگل کی مہم پر تھا دہلی کے علاقے پر مغلوں نے قبضہ کرلیا پھر خاص دہلی پر چھاپہ مارا غلہ وغیرہ لوٹ کر لے گئے۔ شاہی پر حملہ کرکے بہت سے سپاہیوں کو ہلاک اور زخمی کیا۔ علاؤالدین سخت پریشان ہوا اور نظام الدین اولیاء (محبوب الہٰی) سے روحانی مدد طلب کی۔ مورخین کا بیان ہے کہ مغل کے دل میں خدا جانے کیا آئی دوماہ کا محاصرہ اٹھا کے ایک رات واپس چلے گئے۔ سب نے اسکو نظام الدین اولیاء کی کرامت سمجھا۔ علاؤالدین کو اب یقین آیا کہ سکندر کی طرح دنیا فتح کرنے کا اس کا ارادہ ایک خیالِ خام تھا اسلئے علامہ اقبال نے صحیح فرمایا ہے۔

کرتی ہے ملوکیت آثارِ جنوں پیدا ۔۔ اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز!

سنہ ۷۰۵ھ میں ایک معزز مغل امیر گنگ نامی نے ہندوستان پر ایک اور حملہ کیا غازی ملک نے ایسا مقابلہ کیا کہ پچاس ساٹھ ہزار مغلوں میں سے مشکل سے چار ہزار سپاہی بچے۔ علاؤالدین نے ستون کے سامنے قیدیوں کو ہاتھیوں کے پیروں تلے کچلوا دیا اور مقتولوں کے سروں سے بدایوں دروازہ کے قریب جنگل میں ایک برج تعمیر کروایا۔

اس کے بعد مغلوں کا ایک اور حملہ اقبال مند نامی سردار کی سرکردگی میں ہندوستان پر ہوا لیکن اقبال مندی نے ساتھ نہ دیا۔ غازی ملک نے بے شمار کو قتل کیا پھر ہاتھیوں کے پیروں

کچلوا دیا گیا۔

علاؤالدین کے دور کے سکّے اور اوزان | علاؤالدین کے زمانہ میں سکّہ تنکے کے نام سے رائج تھا اس کا وزن ایک تولہ ہوتا تھا۔ یہ سکّہ چاندی اور سونے دونوں دھاتوں سے بنائے جاتے جو تنکہ طلائی اور تنکہ نقرئی کہلائے جاتے تھے ایک چاندی کے تنکہ کی قیمت (٥٠) جیتل تھی، جیتل کا وزن پونے دو تولے تھا۔ جہاں کہیں تنکے کا ذکر کیا جائے گا اس سے مراد چاندی کا ایک تولہ کا وزنی سکہ ہوگا۔ علاؤالدین کے زمانے کا من (٤٠) سیر کا اور سیر چوبیس تولے کا ہوتا تھا۔

علاؤالدین نے فوج کی حسب ذیل تنخواہیں مقرر کیں۔

(١) درجہ اول (٢٤٠) تنکہ سالانہ (٢) درجہ دوم (١٥٦) تنکہ سالانہ (٣) درجہ سوم (٧٨) تنکہ سالانہ۔ تنخواہ کی اس کثرت کی وجہ سے فوج میں بے حد اضافہ ہوا۔ چار لاکھ چھتر ہزار کا ایک لشکر جرّار تیار ہو گیا۔

علاؤالدین نے گھوڑوں کی حسب ذیل قیمتیں مقرر کیں۔

درجہ اول کا گھوڑا سنو (١٠٠) تا ایک سو بیس (١٢٠) تنکہ درجہ دوم کا گھوڑا ٨٠ تا ٩٠ تنکہ درجہ سوم کا گھوڑا (٦٥ تا ٧٠) تنکہ ٹٹو ١٢ تا ٢٠ تنکہ۔

غلاموں اور کنیزوں کی حسب ذیل قیمتیں مقرر کیں۔

(١) درجہ اول سنو (١٠٠) تا دو سو (٢٠٠) تنکہ، درجہ دوم بیس (٢٠) تا چالیس (٤٠) تنکہ، درجہ سوم پانچ (٥) تا دس (١٠) تنکہ

اشیاء کی حسب ذیل قیمتیں مقرر کیں۔

(١) مصری ایک سیر ٢ جیتل (٢) سفید شکر ایک سیر ایک جیتل (٣) سرخ شکر ایک سیر ایک جیتل (٤) تلوں کا تیل ایک سیر ایک جیتل (٥) روغن ستو، ایک سیر نصف جیتل (٦) نمک پانچ (٥) سیر ایک جیتل۔

طوائفوں کو صورت اور سرود کے کمالات کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کر کے ان کے نرخ مقرر کر کے کوتوال کو بلا کر پابند کیا کہ " اس سے زیادہ قیمت کوئی طوائف وصول کرے تو سخت سزا دی جائے گی باخبر کر دو"۔ کسی شئے میں علاؤالدین کی مقرر کردہ قیمتوں میں فروخت میں کوئی فرق آتا تو دکانداروں کو سخت سزا دی جاتی اس قسم کے مجرموں کو ادنیٰ جو سزا دی جاتی وہ یہ تھی کہ ان کی ناک یا کان کاٹ دیئے جاتے تھے کپڑوں کی بھی قیمت مقرر کر دی گئی اور اناج کا حسب ذیل نرخ مقرر کیا گیا۔

(١) ایک من گندم ساڑھے سات جیتل (٢) ایک من جو چار جیتل (٣) ایک من چنا پانچ

جیتل (۴) ایک من دھان، پانچ جیتل (۵) ایک من ماش پانچ جیتل (۶) ایک من موٹھ

علاؤالدین کی خام خیالی اور سوالات | علاؤالدین حکمرانی اور بادشاہت کے نظام بادشاہ کی رائے اور اس کی مصلحتوں کے تابع سمجھتا تھا اور سیاسی امور میں اللہ اور رسولؐ کی نہ کا کوئی واسطہ اور آئین ہے۔ تسلیم ہی نہ کرتا تھا وہ مذہبی علماء کا کام صرف خاندانی جھگڑوں کا فیصلہ کے طریقے بتلانا سمجھتا تھا اپنی رائے کے سامنے شرعی احکام کی کوئی پروانہ کرتا تھا۔

ایک دن قاضی مغیث الدین بیانوی سے حسب ذیل سوالات کئے

(۱) ذمی اور خراج (۲) رشوت (۳) جنگ میں حاصل شدہ مال بادشاہ اور اسکی او حق ہے یا فوج اور رعایا کا (۴) اپنے مظالم کرنے کے بارے میں بھی چند سوالات کئے کہ از روئے شریعت جواب دیا جائے۔ قاضی صاحب نے کہا حضور معلوم ہوتا ہے کہ اب میرا وقت قریب آگیا ہے آپ بجو جواب سننے حکم دیجئے کہ میرا سر قلم کر دیا جائے چونکہ میرا کوئی جواب از روئے شرع آپ کو پسند نہ آئے بادشاہ نے وعدہ کیا کہ سچ بولنے پر کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ قاضی صاحب نے شرعی جوابات بادشاہ سٹ پٹایا حرم سرا میں چلا گیا۔ قاضی صاحب گھر آئے متعلقین کو وصیتیں فرما کر رات تمام کلم اور اپنے احکام موت کا انتظار کرتے رہے۔ صبح میں انہیں دربار میں بلوا کر علاؤالدین نے خلعت انعام واکرام دیا اور کہا تم نے از روئے شریعت جو کہا وہ سچ ہے میں ایک مسلمان اور مسلمان کا بیٹا ہو پھر بھی دنیا کے معاملات اور خاص طور پر ہندستان کی مہمات صرف شرعی مسائل پر عمل کرنے سے ہو سکے اسلئے میں نیک نیتی سے کام لیکے خلاف شرع احکام دیتا ہوں اللہ معاف کرنے والا ہے۔ بیوقوف سلطان جانتا نہ تھا کہ اسلام مکمل مذہب ہے اور سیاست مذہب اسلام کا ایک باب ہے اور درخت کی ایک شاخ اور تمام مسائل کا حل اسلام میں موجود ہے۔

سازش اور بغاوتیں | سلیمان شاہ علاؤالدین خلجی کے بھتیجے نے سو آدمیوں کو لیکر علاؤالدین شکار کھیلنے میں مصروف تھا علاؤالدین پر تیروں کی بارش کردی علاؤالدین زخمی ہو کر بیہوش مرا نہیں۔ یہ نادان اسکو مرا سمجھ کر تخت پر بیٹھ گیا۔ علاؤالدین ہوش میں آنے کے بعد محل میں آیا وہ بگیا آخر قتل کر دیا گیا۔

علاؤالدین کو انتھنبور کے قلعہ کی فتح میں مصروف پاکر اودھ اور بدایوں کے حکمراں امر عمر منکو خان جو علاؤالدین کے بھانجے تھے کافی لشکر کے ساتھ بغاوت کر دی ان کی بغاوت کی وجہ سے بگڑ گئے، آخر بغاوت کا خاتمہ کر کے ان کی آنکھیں نکالی گئیں پھر تکالیف دے کر قتل کیا گیا لیے

فتنہ فساد پوری طرح ختم نہ ہوا۔

اس کے بعد حاجی مولی نے زبردست انوکھی بغاوت کی۔ بڑے خون خرابے کے بعد اسکو قتل کیا گیا۔

خوف اور مشورے | علاؤالدین ان ہنگامہ خیزیوں سے بہت ڈر گیا اس نے بغاوت و سرکشی کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے بارے میں اپنے خاص امیروں سے مشورہ کیا انہوں نے کہا بغاوت اور ہنگامہ خیزی کی حسب ذیل چار چیزیں ہوتی ہیں۔

(۱) بادشاہ کا رعایا سے بے خبر رہنا اور اسکی بھلائی کی پرواہ نہ کرنا (۲) شراب نوشی کا عام رواج کہ عالم نشہ میں انسان غلط راستے اپناتا اور بغاوت و سرکشی پر اتر آتا ہے (۳) امرأ اور ارکین سلطنت کا آپس میں گہرے مراسم رکھنا۔ (۴) مال و دولت کی فراوانی۔ کم ظرفوں کے روپیہ و دولت کا زیادہ آجانا۔

شراب نوشی پر پابندی | بادشاہ نے اپنی سلطنت کی بقا کے لئے چاروں امور پر توجہ کی۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اشیاء کی قیمتیں مقرر کیں محکمہ خفیہ کا محکمہ رعایا کے حالات معلوم کرنے مستحکم کیا۔ ارکین سلطنت کے آپس کے گہرے مراسم پر سخت نظر رکھی۔ شراب سے توبہ کی اور شراب کے منع کا فرمان نافذ کر دیا اور بصورت شراب نوشی سخت سزاؤں کا اعلان کیا۔ بادشاہ کا خوف اس قدر تھا کہ شراب اس قدر بہادی گئی کہ سڑکوں اور شاہراہوں پر کیچڑ ہی کیچڑ ہو کر موسم برسات کا گمان ہونے لگا۔ عوام نے یہ کام اللہ کے خوف سے نہیں بادشاہ کے خوف سے کیا جبکہ شراب منع ہونے کے احکام مدینہ میں بہ عہد رسالت مآب صلعم نازل ہوئے تھے تو بھی شراب اسی طرح بہادی گئی تھی لیکن یہ کام اللہ کے خوف سے کیا گیا تھا اور علاؤالدین نے بھی شراب نوشی سے توبہ کی شراب نوشی کے خلاف سخت احکام نافذ کئے تو اپنی سلطنت کی بقاء کے لئے نہ کہ احکام خداوندی کے تحت۔

علاؤالدین کا زوال | فرعون کی طرح علاؤالدین بیس (۲۰) سال کامیابی سے حکمرانی کر سکا اب اس نے اپنے زوال کے اسباب اپنے ہی ہاتھوں فراہم کر لئے۔

(۱) ملک کافور خواجہ (ہیجڑا) کا عاشق ہو کر حکومت کی باگ ڈور بقول تاریخ فرشتہ اس کے ہاتھ میں دے دی اور جیسا کہ قبل ازیں بھی بیان کیا گیا ہے علاؤالدین کا عقل و فہم و مذہب کا پاس نہ کر کے ملک کافور کی محبت و عشق میں گرفتار ہو کر مائل بہ گناہ ہونا اس کا زوال کا بہت بڑا سبب بنا۔

(۲) اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت پر توجہ نہ دینا شہزادہ خضر خان کی نا اہلی کے باوجود اس کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا۔ لڑکوں کو عیاشی، عیش کوشی سے نہ روکنا اور خود بھی مبتلا رہنا اور بیمار ہو جانا اس کے زوال کا دوسرا سبب بنا۔

(۳) خضر خان ولی عہد کی نامعقولیت کہ انہیں شراب پینے اور محفلیں آراستہ کرنے گانا سننے چوگ ہاتھیوں کی لڑائی اور ملکہ جہاں کو اپنے بیٹوں اور پوتوں کے عقیقوں اور ختناؤں و دیگر رسومات میں مصروف رہنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھا حتیٰ کہ یہ دونوں علاؤالدین کی بیماری کی طرف کبھی کرتے تھے ملک کافور معشوق شاہ کو موقعہ ہاتھ آیا۔ اس نے بادشاہ کو بدگمان کر کے ولیعہد خضر خان اور شہزادہ شادی کو گوالیار کے قلعہ میں قید کروا دیا اور ملکہ جہاں کو محل سے نکلوا کر یہ نظر بند کر دیا اور جس کو چاہا قتل کا فرمان حاصل کر کے قتل کروا دیتا۔ خضر خان اور شادی کی گرفتاری الغ خان اور اس کے بھائی نظام الدین کے قتل سے ملک میں ایک انتشار پھیلا اور کئی سوئے ہوئے ہنگامے جاگے۔ گجرات کی فوج نے علم بغاوت بلند کیا اور سارے ملک میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا جسے نے بھی بغاوت کی اور شاہی ملازموں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں قلعہ سے نیچے پھینک دیا۔

وفات علاؤالدین ان خبروں کو سنکر دل ہی دل میں بل کھاتا غم والم اور مجبوری نے ناقابلِ بیان حد تک گرادی آخر ۶ شوال ۷۱۶ھ کی رات نے تو ہمیشہ کے لئے دنیاوی آفات پریشانیوں بے چینیوں سے چھٹکارا دلا دیا۔ ہر تاریخ میں لکھا ہے کہ اس کی موت اس کے معشوق ملک کافور کے زہر دینے سے ہونے کا گمان قوی ہے۔

علاؤالدین کا دور اور کردار مورخ تاریخ فرشتہ و دیگر تواریخ لکھتے ہیں کہ علاؤ کارناموں کو فرعون اور ضحاک کے سیاسی مظالم سے بھی آگے سمجھا جاتا ہے علاؤالدین بہت ہی تھا۔ جب فتوحات نے ہندستان کا احاطہ کر لیا تو اس قدر مغرور متکبر ہو گیا کہ مشورہ لینے کی اچھی عا چھوڑ دی۔ [illegible] ملانے احکام جاری کرنے لگا جب پریشانی آتی تو بزرگان دین خصوصاً نظام الدینؒ اولیا الٰہی کے پاس اپنا آدمی روانہ کر کے طالب دعا و امداد ہوتا پھر مصیبت ٹل جانے پر مذہب اسلام کے زیر کو ناقابلِ تعمیل سمجھتا۔ جس طرح فرعون کو (۹۰۰) سال کی ڈھیل دی گئی اور دولت شان و شوکت ارزانی ہر نعمت عطا کر کے آزمایا گیا پھر غرق دریائے نیل کر دیا گیا اسی طرح علاؤالدین کو بھی بے کی ڈھیل دیکر دولت وسیع سلطنت شان و شوکت عظیم الشان لشکر اشیاء کی ارزانی عطا کی انجام آپ سن چکے اور آگے پڑھیئے کہ معہ خاندان صفحۂ ہستی سے غائب۔ علاؤالدین بالکل پڑ نہ تھا جب گماشتوں کے مراسلے بادشاہ کی خدمت میں پیش ہونے لگے تو کوشش کر کے اس قد سیکھا کہ شکستہ عبارت آسانی سے پڑھنے لگا۔ کچھ فارسی کتب کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے علما سے ناہموار خیالات کچھ ہموار ہوئے۔ علاؤالدین کی بے ہنگام حکومت اور شان و شوکت کے

علامہ اقبال کی زبان میں یہی کہا جا سکتا ہے ۔

آیا ہے مگر اس سے عقیدوں میں تزلزل　؎　دنیا تو ملی طائر دیں کر گیا پرواز
مذہب سے ہم آہنگی افراد ہے باقی　؎　دیں زخمہ ہے، جمعیت ملت ہے اگر ساز
دیں ہو تو مقاصد میں بھی پیدا ہو بلندی

خاندانِ غلاماں میں اچھے بادشاہ بھی گزرے جنہوں نے تبلیغ اسلام بھی کی اور قوم کے چمن کی بہار کو برقرار رکھنے کی سعی بھی صرف چند باعث شرم بادشاہ بھی گزرے برخلاف اس کے اگر یہ کہا جائے کہ تمام شاہان خاندان خلجی نے مسلمانوں کے زوال کی ابتداء ہی کر دی اور ترقی کی بنیادوں کو ہلا ڈالا تو بقولِ حضرت اقبال بیجا نہ ہوگا چونکہ

بنیاد لرز جائے جو دیوار چمن کی　؎　ظاہر ہے کہ انجام گلستاں کا ہے آغاز

اس خاندان خلجی میں بزرگان دین کا وجود اللہ کی ایک نعمت رہی جن کا ذکر ہم آگے کریں گے ۔

علاؤالدین کے بارے میں تاریخ دربار آصف کے آخری چند سطور ہم بعینہ نقل کرتے ہیں ۔

"اس بادشاہ کے عہد میں دس باتیں عجیب و غریب تھیں کہ کسی اور بادشاہ کے عہد میں نہیں سنیں" ۔
۱ ۔ غلے کپڑے اور اشیاء کی ارزانی ۲ ۔ ہمیشہ لڑائیوں میں فتح یاب ہونا ۳ ۔ مغلوں کا استحصال ۔ تھوڑے خرچ میں بہت لشکر کا رہنا ۵ ۔ سرکش و ستمرد کا سزا پانا اور مطیع رہنا ۶ ۔ راستوں کا امن ۔ بازاری آدمیوں کا سچ بولنا ۸ ۔ ہزاروں مساجد، قلعے، حوضوں کا بننا چنانچہ ستر ہزار معمار کاریگروں کا ہر وقت موجود رہنا ۔ (تاریخ فرشتہ میں ستر ہزار شاگرد پیشہ ملازم درج ہے ان میں سات ہزار معمار بیل دار اور سنگ تراش تھے جو بڑی سے بڑی عمارت بھی دو ہفتے میں تیار کر لیتے تھے اور چھوٹی چھوٹی عمارتیں دو تین دن میں تعمیر ہو جاتیں، بادشاہ مدت کا تعین کر دیتا تھا) ۔
۹ ۔ مسلمانوں کا پابند شرع رہنا ۱۰ ۔ ہر فن کے عالم و باکمال اور اولیائے اکرام کی زیادتی ۔ الا انکہ سلطان علاؤالدین خلجی بے علم و بے دین تھا اور مذہب و شریعت کو نعوذ باللہ ایک ڈھکوسلا اور مکاری جانتا تھا" ۔

بقول علامہ اقبال ؔ سے

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

باب ہفتم
علاؤالدین خلجی کے بعد

شہاب الدین عمر خلجی

علامہ صدر جہان گجراتی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ علاؤالدین کے انتقال کے دوسرے روز ملک کافور (ملک نائب) نے ایک اس کا وصیت نامہ سنا کر اس کے چھوٹے سات سالہ بچے شہاب الدین عمر کو تخت نشین کیا اور اس کی ماں سے نکاح بھی کر لیا حالانکہ ملک کافور خوجہ (یا مخنث) تھا۔ یہ علاؤالدین کے گناہوں کی سزا تھی کہ قدرت نے اسکی بیوی کو اسی کے ہیجڑے معشوق کی بیوی بنا دیا۔

اقتدار کے نشہ میں مذہب سے مذاق

ملک کافور نے علاؤالدین کی بیوی سے نکاح کیا۔ کمبخت قاضی نے اقتدار سے خائف ہوکر نکاح پڑھایا کمبخت عورت نے نکاح میں آنا قبول کیا صرف اس لئے کہ اس کے سات سالہ بیٹے کو تخت شاہی ملے۔ حالانکہ کمبخت قاضی اور بدبخت عورت کو معلوم تھا کہ شوہر کے انتقال کے بعد عورت کے لئے ازروئے شریعت محمدیؐ چار ماہ دس یوم عدت کے دن گزارنے ضروری ہیں یہ مذہب کے ساتھ ہوس اور اقتدار کے نشہ و لالچ میں ایک مذاق تھا۔ انجام دیکھئے ہوتا ہے علامہ اقبال نے اسلئے فرمایا ہے

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں　　ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین

ملک کافور ہر روز تھوڑی دیر کے لئے اس بچے کو تخت شاہی پر بٹھاتا سب امرأ بعد سلام صف در صف کھڑے رہنے کے بعد دربار برخواست ہوتا۔ اس کے بعد بچے کو ماں کے پاس گھر میں روانہ کر کے خود خواجہ سراؤں کے ساتھ چوسر کھیلنے اور علاؤالدین کی اولاد اور خاندان کی تباہی و بربادی کے منصوبوں میں مصروف رہتا۔ اس ناہنجار نے علاؤالدین کے فرزند ولیعہد اور دوسرے فرزند شادی خان کو لوہے کی سلائیاں پھروا کر اندھا کروا دیا۔ پھر علاؤالدین کے ایک اور بیٹے قطب الدین شاہ کو اندھا کرنے اقدامات کئے ہی تھے کہ اس کی ماں بی بی مالک ایک صاحب کشف شیخ نجم الدین سے رجوع ہوکر امداد روحانی کی طالب ہوئی۔ حضرت نے اپنی ٹوپی سر سے نکالی اور اسکو الٹ کر اپنے

سر پر رکھ لیا اور کہا۔ اب میں اس ٹوپی کو اسی وقت سیدھا کروں گا جب مبارک شاہ تخت شاہی پر بیٹھے گا۔ آخر علاؤالدین کے انتقال کے (۳۵) دن بعد بشیر و مشرتے ملک کافور کو قتل کر دیا اور مبارک شاہ کو قید سے نکال کر کم سن بادشاہ کی نیابت پر مقرر کیا۔ دو ماہ تک چھوٹے بھائی کی نیابت کرنے کے بعد مبارک شاہ نے نہ صرف اسکو معزول کر کے بادشاہ بن گیا ملکہ اپنے سات سالہ بھائی کی آنکھوں میں سلائیاں پھروا کر اندھا کر کے گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا۔

قطب الدین مبارک شاہ خلجی

۸ / محرم کو مبارک شاہ تخت نشین ہوا۔ یہ نہ حکمرانی کے لئے مبارک تھا نہ ملک و قوم کے لئے بلکہ انسانیت کی پیشانی پر ایک مکروہ داغ تھا۔ اس کا دور حکومت چار سال چار ماہ ہے۔ اس نے چند ہی روز سمجھداری سے حکومت کی چونکہ خود ایک عرصہ قید میں رہا تھا اس احساس کے تحت ستر ہزار قیدیوں کو آزاد کیا۔ رعایا پر لطف و کرم کا اظہار کیا۔ گجرات کی بغاوت ختم کی دیوگڑھ پر فتح پائی۔ پس اس کے کارنامے زرین پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ اب دور شیطانی کا آغاز ہوا۔ اپنے تینوں بھائیوں خضر خاں، شادی خان اور ملک شہاب الدین جو اندھے کئے جاکر تندو مار کے قلعہ میں قید تھے قتل کیا اور بڑے بھائی خضر خاں کی بیوی دیولدی کو جس کا ذکر کیا جاچکا ہے اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

علاؤالدین کی اولاد پر اپنوں اور غیروں کے ہاتھوں مظالم و تباہی دیکھکر ایک شخص نے شیخ بشیر مجدوب سے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے جواب دیا "یہ سب اس نمک حرامی کا وبال ہے جو علاؤالدین نے اپنے چچا اور مہربان آقا جلال الدین سے کی تھی۔"

حضرت محبوب الٰہی سے عداوت | بدبختی نے جب مبارک شاہ کو دعوت تباہی دی تو وہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ محبوب الٰہی سے عداوت کرنے لگا چونکہ مبارک شاہ کے مقتول بھائی خضر خاں کو حضرت محبوب الٰہی سے بڑی عقیدت تھی لہذا یہ بدنصیب حضرت رحمۃ کی شان میں گستاخانہ حرکتیں کرنے لگا۔

بدکاریوں اور گناہ ہائے عظیم کا سلسلہ | مبارک شاہ نے اپنی تمام اچھی عادتوں کو ترک کر کے قبیح عادتیں اختیار کر لیں۔ غصہ اور ظلم پسند سرشت اپنے شباب پر آگئی۔ اپنے باپ کی طرح بموجب تاریخ فرشتہ اس نے بے گناہوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھانے شروع کر دئے۔ خلل دماغ کی یہ حالت ہوئی کہ وہ اکثر اوقات عورتوں کی طرح زیور پہن کر مجمع میں آکر لوگوں سے بات چیت کرتا۔ محل میں بازاری اور گھٹیا عورتیں جمع رہنے لگیں جو بادشاہ کے ایماء پر معزز ارکان امراء

کا مذاق اڑائیں اور بے عزتی کرتیں۔ امراء کی ان سے بے عزتی کرواکر وہ بہت خوش ہوتا۔ نہ کسی وہ بھی خواہ کے مشورہ پر عمل کرتا نہ ہی کسی وفادار کی گذارش کو سنتا بلکہ نیک مشورے دینے والوں کو بھی کھول کر گالیاں دیتا۔

بدکاری انتہا پر ملک شادی جو علاؤالدین خلجی کا پروردہ پرداختہ تھا اسے خسرو کا خطاب دیا اور اسکے حسن پر فدا ہو گیا اس سے غیر طبعی محبت کرنے لگا۔ عدم صلاحیت کے باوجود وزارت کا اہم عہدہ بھی سپرد کیا۔ خسرو خان بادشاہ کو ختم کرکے بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ امراء نے بادشاہ کو خبر کی۔ بادشاہ نے یقین نہ کیا۔ اس کے باپ علاؤالدین نے جس طرح ملک کافور ملک نائب کا خطاب دیکر معشوق بناکر گناہوں میں بسر کی تھی اسی طرح اس بدبخت مبارک شاہ نے مجنوں بن کر خسرو خاں کو غیر فطری انداز سے لیلیٰ سمجھ لیا۔ خسرو خان نے ناز و انداز سے حرم سرا کی چابیاں بھی اپنے عاشق بادشاہ سے حاصل کرلیں اور ہندوؤں اور گجراتیوں کا بیس ہزار کا لشکر تیار کیا اور بادشاہ کے قتل کے لئے ایک پارٹی بھی بنالی جب از روئے منصوبہ قتل کو دو دن رہ گئے ضیاءالدین عرف قاضی خان نے ہمت کرکے بادشاہ کو واقف کروایا۔ خسرو خان عورتوں کا لباس پہن کر عین اس وقت بادشاہ کے سامنے آیا اور عورتوں و ہجڑوں کی طرح رونے لگا کہ آپ کی چاہ کی وجہ سے تمام درباری میرے دشمن ہوگئے ہیں بادشاہ نے اس کے ناز اور نخروں سے متاثر ہوکر گلے لگا لیا اور کہا "تم بالکل فکر نہ کرو، میں اپنا تمام شان و شوکت مال و دولت اور سلطنت تیرے ایک موئے پر قربان کرنے تیار ہوں" ــــ استغفراللہ۔

قاضی صاحب کو وفاداری کا صلہ یہ ملا کہ دوسرے روز ہی قاضی صاحب کو خسرو خان کے آدمیوں نے رات کے سناٹے میں قتل کردیا پھر محل میں خسرو خان کے آدمی داخل ہوئے ایک ہنگامہ تھا جو بادشاہ کی طرف آرہا تھا بادشاہ نے بھاگ کر حرم سرا میں داخل ہوجانا چاہا خسرو خان نے بادشاہ کو روک کر اس کے سر کے بال پکڑ لئے بادشاہ نے اس کو اپنی بغل میں دبا لیا لیکن خسرو خان نے بادشاہ کے بال نہ چھوڑے اتنے میں خسرو خان کے آدمی آگئے خسرو خان نے اپنے آدمیوں سے کہا جلدی سے اس سے چھڑاؤ۔ جاہر نامی نے قریب آکر بادشاہ پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ پھر بادشاہ کے سر کے بالوں سے اسکو گھسیٹ کر اس کے سینے سے خسرو خان کو علیحدہ کیا اس کا سر تن سے جدا کرکے ہزار ستون سے نیچے پھینک دیا یہ تھا خسرو خان کو معشوق بنا کر عاشقی کرنے کا انجام۔ اس کے بعد بادشاہ کے تینوں بیٹوں فرید خان، عمر خان، علی خان، کے علاوہ دیگر لڑکوں

اور فرید خان کی ماں سب کو قتل کر دیا پھر اس کے ناہنجار ساتھیوں نے اہل حرم کی بے عزتی اور حکمنہ توہین کی۔
۵ ربیع الثانی ۷۲۱ھ کو مبارک شاہ کا قتل اور اس کا چار سال چار ماہ کا دورِ حکومت ختم ہوا۔
علاؤالدین خلجی کا نام ونشان اسی طرح مٹا دیا گیا جس طرح علاؤالدین نے اپنے چچا جلال الدین کی اولاد کا نام ونشان مٹا دیا تھا۔ خاندان خلیجہ کا نام ونشان مٹ گیا اور خاندان خلیجہ کا (۳۵) سالہ دورِ تاریخ کے صفحات پر ایک بدنما داغ بن کر رہ گیا۔

مسلمان نما کافر خسرو خان مخنث کی تخت نشینی

قطب الدین مبارک شاہ کے قتل کے بعد اسی رات کو جبکہ امراء سو رہے تھے اپنے آدمی روانہ کرکے امراء کو گرفتار کرکے طلب کیا اور رات بڑی حفاظت سے اپنی نگرانی میں رکھا۔ صبح ہونے کے بعد اس کی جمع کی ہوئی ہندو فوج کے سہارے گرفتار امراء کو طلب کرکے ان سب کے سامنے سلطان ناصر الدین کا لقب اختیار کرکے تخت نشین ہوا۔ پھر علاؤالدین نے جس طرح اپنے چچا جلال الدین اور قطب الدین کے امراء کا صفایا کر دیا اور زیادہ غضب اس ناہنجار نے یہ کیا کہ ان معتبر امراء کی مسلم معزز خواتین اور بچوں کو گجرات کے ہندوؤں کے حوالے کر دیا اپنے بھائی کو خان خاناں کا خطاب دیکر علاؤالدین کی بیٹی اسکے حوالے کر دی۔ زنانی کپڑے پہن کر قطب الدین مبارک شاہ کا دل بہلانے والا اب اسکی بیوی کو اپنے محل میں داخل کر لیا علاؤالدین خلجی اور مبارک شاہ کی بیویوں اور تمام متعلقہ عورتوں کو اپنے ہندو لشکر میں تقسیم کر دیا۔ علاؤالدین کا بھانجہ ملک مسرت جو ایک عرصے سے تارک الدنیا ہو کر ایک گوشے میں زندگی بسر کر رہا تھا اسکو بھی بلاوجہ قتل کر دیا جس کے نتیجہ میں خاندان خلیجہ کا ایک فرد بھی باقی نہ رہا۔

مذہبی حالات اور توہین قرآن واسلام تاریخ فرشتہ کا مورخ متاثر ہو کر لکھتا ہے کہ غیر مسلموں کے حوصلے اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ قرآن پاک سے وہی کام لیتے تھے (نعوذباللہ) جو بیٹھنے کی کسی چیز سے لیا جاتا تھا۔ اس مقدس کتاب کو زمین پر رکھ کر اس پر ہندوؤں کو بیٹھایا جاتا تھا۔ مورخ تاریخ دربار آصف و دیگر تواریخ لکھتے ہیں کہ خسرو خاں بظاہر نام کے مسلمان تھا لیکن دراصل کیٹّر ہندو تھا مسجدوں کے محرابوں میں بت رکھوا دیئے تھے۔

کافر خسرو خاں کا انجام "ہر فرعون را موسیٰ" کا مصداق ہو کر اللہ پاک ایک امیر حاکم لاہور اور دیپالپور کو اس کافر کا سر کچلنے کھڑا کر دیا۔ حق اور باطل میں جنگ ہو

حق کامیاب ہوا آخر ۲۳/۲۱ رجب ۷۲۱ھ م ۲۲ ر اگست ۱۳۲۱ء کو یہ کافر غازی ملک کے ہاتھوں قتل ہو کر واصل بہ جہنم ہوا اور اس بدبخت اور سیاہ کار کے چار ماہ چند یوم کے دور حکومت کا خاتمہ ہوا۔ ... نے غازی ملک کو اپنا بادشاہ بنا لیا جو سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا اور خاندان تغلق کے دورِ حکومت کا آغاز ہوا جس کا حال ہم جلد سوم میں بیان کریں گے۔

خاندان خلجیہ پر ایک نظر کہ کیا پایا کیا کھویا

۱۔ اس خاندان نے بھی اسلام کے زرین اصول لا ملوکیت فی الاسلام سے گریز کیا۔

۲۔ نام اسلامی۔ چہروں پر جلال الدین اور علاؤالدین کی ڈاڑھیاں۔ پھر شراب ہی ان کے باعث سکون اور آب حیات۔ علاؤالدین نے شراب بھی بمشورہ بندکی اور کروائی بھی تو اپنی سلطنت کے نقطۂ نظر سے اسلامی احکام کی پابندی کے خیال سے نہیں اس کی اولاد تو شراب میں ڈوب گئی۔

۳۔ عورت جس کو اسلام نے ایک اونچا مقام عطا فرمایا تھا اسکو عیش وعشرت کے لئے آلہ بنا دیا گیا اور فحش اغراض کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ زندگی کا مقصد عیاشی بنا لیا گیا۔ پھر اس سے بھی سیری ہوس کی تکمیل نہ ہوئی تو مردوں مخنثوں ہیجڑوں، خواجہ سراؤں کو زنانی لباس پہنا کر شیطانی کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔ قرآن حکیم پارہ (۱۹) رکوع (۱۲) حضرت لوطؑ اور قوم لوط کے بارے میں اللہ پاک فرماتے ہیں لہذا خاندان خلجیہ بھی تباہ ہوگیا۔

«جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوطؑ نے فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔ ۔ ۔ کیا مخلوق میں مردوں سے بد فعلی کرتے ہو اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لئے تمہارے رب نے جوروئیں بنائیں بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو۔ قوم لوط کہنے لگی کہ۔ "اے لوطؑ اگر تم نصیحت کرنے اور اس فعل کو برا کہنے سے باز نہ آئے تو تمہیں شہر میں نہ رہنے دیا جائے گا۔" آخر قوم لوطؑ کو ہم نے ہلاک کر دیا ہم نے ان پر ایک تیز کا گندھک اور آگ کا مینہ برسایا۔» (پارہ ۱۹ رکوع ۲)

۴۔ تبلیغی کام شاہانِ خلجیہ کے دور میں یکلخت بند ہو چکا۔ اسلام اور اسلامی اخلاق کو پھیلانے کے بجائے حیوانی اور شیطانی کردار کو اپنا لیا گیا۔ ملک کافور خسرو خان کو اسلامی نام دیکر اپنا معشوق بنا کر مذہب کی بدنامی اور رسوائی کا سامان کیا گیا جس کے بھیانک نتائج اور اثرات آج مسلمانوں کو ہندوستان میں تبلیغ آئیت کی صورت میں بھگتنے پڑ رہے ہیں چونکہ اسلام کو اپنے اخلاق اور کردار سے پھیلانا حکمرانوں کا مقصد ہی نہ رہا تھا۔

باب ہشتم
شاہان دین یعنی بزرگان دین

اس کتاب میں شاہان دین کا ذکر کیا گیا خاندان غلامان کے اچھے اور برے بادشاہوں کا حال اور خاندان خلجی کے بے ہنگام بادشاہوں کے حالات مذہب سے دوری شراب نوشی اور عیش کوشی کا تذکرہ کیا گیا کہ شاہان دنیا میں سے اکثر مذہب سے دور رہ کر عوام کو بھی مذہب سے دور کرتے رہے۔ اب ہم شاہان دین یعنی بزرگان دین کا مقدس مختصر ہی سہی تذکرہ کریں گے جو اسلام کی خدمت میں لگے رہے۔ اور عوام کو مذہب کی جانب راغب کرتے اور برائیوں کو مٹاتے اپنی نورانی زندگانیوں کو نمونہ حیات بناکر تبلیغ اسلام اور اہل ہند کے لئے اللہ پاک کی رحمت بن کر فیوض و برکات سے مستفید فرماتے رہے کاش اس شاہان دنیا کی تاریخی اس کتاب میں اتنی گنجائش ہوتی کہ تمام شاہان دین کے مفصل حالات بیان کئے جاسکتے۔ بصورت مجبوری چند کے حالات اور بقیہ کے نام اس عہد کے مختصراً ہی سہی لکھے جاتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت کر فقیروں کی ؎ نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

حضرت کا نام مبارک جلال الدین خلجی کے دور حکومت میں سید مولہ کے حالات میں آچکا ہے۔ حضرت بابا فرید الدین مسعود ملتان کے ایک قصبہ میں ۵۸۲ھ میں تولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد سلطان شہاب الدین محمد غوری کے عہد حکومت میں افغانستان سے آکر لاہور میں مقیم رہے۔ حضرت بابا کے والد قاضی جمال الدین سلمان اور جدامجد قاضی محمد شعیب تھے جو عہدہ قضاۃ پر فائز تھے۔ لاہور کے چند برسوں کے قیام بعد ملتان کے ایک قصبہ میں سکونت پذیر ہوئے تو یہاں بابا صاحب تولد ہوئے۔ ابھی آپ بہت کم سن تھے کہ باپ کا سایہ سے اٹھ گیا۔ آپ کی ابتدائی تربیت اور پرورش والدہ ماجدہ کی رہین منت ہے پھر ملتان تشریف لیجا ایک مدرسہ میں حصول تعلیم میں منہمک ہوگئے۔ اٹھارہ سال میں تمام مروجہ علوم ظاہری میں عبور کامل حاصل فرمالیا پھر اللہ کا فضل آپ پر ایسا شامل حال ہوا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ایک مسجد میں شرف ملاقات آپ کے دینی ترقی و کمالات حاصل کرنے کا بہانہ بن گئی۔ بابا صاحب دہلی میں آپ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ پھر حضرت کی زیر نگرانی و ہدایت بابا

نے مجاہدے اور ریاضت فرمائی اور تلقین حاصل کی اور پھر عبادت میں سکون کی خاطر آپ اج
ہیں بغرض سکونت بغرض قیام تشریف لے گئے لیکن پیر و مرشد کی خدمت میں تلقین و ہدایت
کی غرض سے حاضر بارگاہ بھی ہوتے رہے۔ بابا صاحب دہلی میں اپنے مرشد خواجہ قطب
بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیری اجمیر سے دہلی تشریف فر
خواجہ قطب الدین بختیار اور خواجہ اجمیری دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کو بیچ میں کھڑا کر کے
دیکر باطنی فیوض سے مالامال فرمایا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بابا صا
خلافت سے سرفراز فرمایا۔ بعد وفات مرشد تمام تبرکات مرشد کی حسب وصیت بابا
کو نصیب ہوئے اور آپ خلیفہ اول بن کر فیوض کشف و کرامات سے بے شمار بندگان خدا
کرنے لگے۔

سلطان ناصر الدین محمود اور اس نیک بادشاہ کے وزراء و امراء آپ کے آستا
شرف قدم بوسی کے لئے حاضر ہوتے۔ سلطان ناصر الدین نے ایک مرتبہ کثیر زر نقد اور
کی جاگیر بطور نذرانہ پیش کی۔ آپ نے تمام زر و نقد اسی وقت خیرات فرمادیا اور جاگیر کا
واپس کر کے فرمایا کسی مستحق کو دیدو۔ سلطان غیاث الدین بلبن کو بابا صاحب سے شدت
کا حال یہہ تھا کہ مسلسل شرف قدم بوسی حاصل کرتا رہتا اور اپنی لڑکی کو آپ کے نکاح میں
کی درخواست کی۔ بابا صاحب نے شہزادی کے نیک خصال اور عبادت کا حال معلوم ہو
عقد فرمایا۔ آپ نے شہزادی کو شاہانہ کر و فر کی زندگی سے نکال کر فقیرانہ طرز زندگی میں لا
میں وہ مگن رہنے لگیں۔ بابا صاحب کے دوسرے بیویوں کے ہوتے ہوئے قدرت کا فیض
ہوا کہ ساری اولاد ان ہی محترمہ بیوی کے بطن سے ہو کر حضرت کا سلسلہ آج تک قائم
بابا صاحب نے بچانوے سال کی عمر پائی ۶۶۶ھ میں بعد نماز عشاء یا حی یا قیوم
کرتے ہوئے ۵ محرم کو خالق حقیقی سے جاملے۔ آپ کے خلفاء میں نظام الدین اولیاء محبوب ا
شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری، شیخ بدر الدین اسحاق شیخ
عارف تھے ہیں۔ حسب وصیت خرقہ عصاء اور نعلین خواجہ نظام الدین اولیا کو نصیب ہوئے بقول

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اسی سے پوچھ کہ پیش نگاہ ہے جو کچھ جہاں ہے یا کہ فقط رنگ و بو کی طغیانی
یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے رہی نہ دولت سلمانیؓ و سلیمانی ۴

حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی (حصہ دوم)

حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کا آفتاب ہدایت قریب قریب نصف صدی تک پورے آب وتاب سے چمکتا رہا۔ آپ نے بدایوں میں پرورش پائی اور شعور سنبھالا اور حضرت بابا فرید شکر گنج کے نائب کی حیثیت سے دہلی کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور غیاث پور نامی ایک گاؤں کو اپنا دینی پایہ تخت بنا کر اس کی قسمت چمکا دی عظیم الشان خانقاہ تعمیر کروائی جہاں مردہ قلب لوگ دل کے بیماریوں میں مبتلا ان گنت لوگ آکر شفا پانے اور قوی قلب اور جلا پائی ہوئی روح لئے واپس ہوتے جیسا کہ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ برائیاں شراب و عیش پرستیاں عام ہوگئیں تھیں اس لحاظ سے حضرت کو تبلیغی سرگرمیوں کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بلا مبالغہ اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ خاندان خلجی اور خصوصاً علاؤالدین خلجی کے دور حکومت میں اللہ پاک نے ایسے بزرگان دین کو ہند میں آباد نہ کیا ہوتا تو اسلام ہندوستان سے غائب ہی ہوجاتا۔ علاؤالدین خلجی جیسا بے دین بادشاہ آپ کا معتقد ہوا۔ آپ ہی کی دعاؤں کا اثر تھا کہ علاؤالدین خلجی نے نیا مذہب نکالنے سے گریز کیا۔ آپ کی خانقاہ میں ہر مذہب کو ماننے والے حاضر ہوتے۔ فاتح مسلمانوں کی جانب سے ہندوؤں کو جو نفرت خدیہ پیدا ہوا تھا اور دنیا دار حکمرانوں سے اہل ہند بدظن اور اسلام کے تعلق سے بدگمان ہو رہے تھے آپ کی خانقاہ پر آکر اسلام کا صحیح مقام وہ دیکھتے تھے۔ اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی نظروں میں جو بدگمانیوں اور نفرت کے پردے حائل تھے وہ آپ کی بارگاہ میں آنے سے ہٹ جاتے تھے اور ہندو اسلام کی صداقت کے قائل ہوکر لوٹتے تھے محبوب الٰہیؒ نے بلند مقام والے سات سو (۷۰۰) خلیفہ ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں روانہ کر کر فیوض و برکات اور اسلام کو پھیلایا جن میں سے اہم مراکز بنگال گجرات مالوہ ہیں۔ مشہور مورخ ضیاء الدین برنی نے اپنی تاریخ فیروز شاہی میں ان کارناموں اور فیوض برکات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اور مشہور ہندو مورخ ڈاکٹر تارا چند نے بھگتی تحریک پر بنا اور اسلام کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندوستانی سماج اسلام کے سماج اثرات سے جو متاثر ہو رہا ہے وہ صوفیا کرام کی کوششوں اور برکات کا نتیجہ ہے۔ آپ نے پچاس سال نور حق کی روشنی پھیلانے بعد اس دار فانی سے ۷۲۵ ھ میں انتقال کا سفر فرمایا اور یہی سنہ وفات سلطان غیاث الدین تغلق شاہ کا ہے یعنی خاندان تغلق

کے پہلے بادشاہ جنکے دور کے آغاز سے ہم جلد سوم کی ابتداء کرنے والے ہیں گویا غا
محبوب الٰہی کے دور میں رہا اور خاندان غلامانہ کے بادشاہ غیاث الدین بلبن کے دور
محبوب الٰہی موجود تھے یہی غیاث الدین بلبن ہے جنکی بیٹی کے ساتھ حضرت نظام الدین
کے مرشد شیخ فرید الدین مسعود شکر گنج نے عقد فرمایا تھا۔ علامہ اقبال ۱۹۰۵ء میں یورپ
تعلیم جانے کے قبل درگاہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ پر حاضر ہوئے لبعنوان الت
بہ درگاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی جو اشعار لکھے اور دعائیوں کے طالب ہوئے
میں قارئین ملاحظ فرما سکتے ہیں چند اشعار سو لبغرض تبرک پیش ہیں۔

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا ۔ بڑی جناب تیری فیض عام ہے تیرا
ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم ۔ نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا
تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی ۔ مسیحؑ و خضرؑ سے اونچا مقام ہے تیرا
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی ۔ بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار توام ۔ دگر کشادہ جبینم گل بہار توام
میری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے ۔ کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ
دلوں کو چاک کرے مثل شانہ جس کا اثر ۔ تیری جناب سے ایسی ملے فغاں مجھکو
شگفتہ ہو کے کلی دل کی پھول ہو جائے ۔ یہ التجائے مسافر قبول ہو جا

شیخ شرف الدین بو علی شاہ قلندر پانی پتی رح

آپ رح بڑے صاحب تص
درمست الست بزرگ، گز

آپ رح کا سلسلہ نسبت چند واسطوں سے حضرت امام اعظم رح تک پہونچتا ہے۔ آپ کے
کی توجہہ کا اثر تھا کہ ابتداً مدرسہ پانی پت پھر دہلی میں کم سنی ہی میں جملہ متداولہ علوم پر عبو
اور قرآن و تفسیر فقہ و حدیث اصول و معانی صرف و نحو ادب و منطق میں فضیلت حاصل
سال دہلی کی مسجد "قوت اسلام" میں آپ بکثرت لوگوں کے سامنے ایسا باثر وعظ فر
سننے والوں کی کیفیت بدل جاتی ایک روز آپ منبر پر بیٹھے مصروف وعظ تھے کہ ایک فقیر
ہوا اور کہا کہ شرف الدین کب تک مقصد پیدائش سے غافل رہ کر اس قیل و قال میں پڑ
گا۔ فقیر تو نظروں سے غائب تھے۔ مگر حضرت کی حالت غیر ہوگئی۔ صاحب دل کی
شیخ کامل شیخ شہاب الدین عاشق خدا منیر آگئے ان کے ہاتھ پر بیعت کی عاشق

کیمیا اثر نے آپ کو مجاہدات وریاضیات کی منزل پر ڈال دیا کتب دریا میں ڈال فنائیت کی منزل کا منزل ہو گئے مگر احترام شریعت کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ علاؤ الدین خلجی ہمیشہ پریشانیوں میں جود بے دینی کے بزرگان دین سے فیض حاصل کرنے کے لئے مجبور رہتا۔ جانتا تھا کہ اس بار قلندری میں اس کی نہ ہی اس کے قاصد کی رسائی ممکن ہوگی۔ اس لئے امیر خسرو کا انتخاب کے دربار قلندری میں روانہ کیا۔ حضرت کو خبر ملی تو معتقدین حاضر کو تلقین فرمائی کہ خسرو صاحب رق اور عاشق ربانی بزرگ ہیں۔ ان پر تم لوگ کوئی اعتراض نہ کرنا وہ جو کہیں تسلیم کرنا اور انھیں ہمارے ہاں آنے بعد پہنچانے میں تاخیر نہ کرنا۔ امیر خسروؒ حاضر ہوئے تو فرمایا "خسرو کلام سناؤ امیر خسرو نے یہ غزل سنائی ۔

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نیست .:. گر امید وصل باشد ہمچناں دشوار نیست

چند تا گوئی بر دزنار بند اے بت پرست .:. تن خسرو کدر گ گ آں زنار نیست

قلندر غزل سن کر خوش ہوئے فرمایا "خسرو خوش رہے گا اور خوش جائے گا۔ امیر خسرو موقعہ دیکھ کر سلطان کی روانہ کردہ نذر پیش کر دی تو فرمایا نظام الدین کا قدم درمیان میں تا تو میں یہ نذرانہ قبول نہ کرتا۔ امیر خسرو کو تین یوم مہمان رکھ کر رخصت کیا۔

بقول حضرت علامہ اقبالؔ

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو .:. کہ خورشید قیامت بھی ہو تیری خوشہ چینوں میں

بوعلی قلندرؒ نے ۱۴ رمضان ۲۴ ۷ ھ میں بمقام ندھا کھرہ انتقال فرمایا نعش مبارک پانی پت فن کی گئی۔ آپ کا نیاز "سہ منی" بڑے احترام سے لوگ عقیدت کے ساتھ حاجت کے بعد ادا کرتے ہیں۔ "سہ منی" سے مراد تین من اور من سے مراد چالیس سیر چالیس سیر آٹے کی روٹی (۱) ، (۲) چالیس سیر گوشت بلا ہڈی کا خورمہ (۳) چالیس سیر کچا دسترخوان پر رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے۔ فاتحہ دینے کا طریقہ بھی بہت طویل ہے کئی فاتحہ دینے درکار ہوتے ہیں۔ اعتقاد ہے کہ من مانی مراد ہاتھ آتی ہے۔

آپؒ کا انتقال ۲۴ ۷ ھ یعنی سلطان غیاث الدین تغلق کے انتقال کے ایک سال قبل ہوا تذکرہ ہم جلد سوم میں کریں گے۔

دیگر بزرگان دین

مندرجہ بالا بزرگان دین کے علاوہ دوسرے نامی گرامی اس دور کے بزرگ حضرت پوتے حضرت فرید الدین گنج شکر تھے۔ آپ عبادت میں اس حد تک مشغول و منہمک آپ کو فرشتہ سیرت کہا جانے لگا تھا۔ علاؤالدین خلجی کے عہد کے تیسرے قابل ذکر بزرگ رکن الدین بن شیخ صدرالدین عارفؒ تھے اور ایک بزرگ سید تاج الدینؒ بن سید قطب قاضی بدایوں تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید رکن الدینؒ قاضی کڑہ اپنے بھائی کی طرح عام میں مقبول اور بڑے صاحب مرتبہ تھے۔ سادات کیتھل میں سید نجیب الدین اور بھائی سید مغیث الدینؒ دونوں اپنے زہد و تقوی کی وجہ سے مشہور و ممتاز تھے۔

امیر خسرو

درباری شعرا کے گل سرسبد حضرت امیر خسرو تھے۔ آپ کو فن پر پوری قدرت تھی جدت طرازی اور معنی آفرینی میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے تصانیف نظم و نثر آپ کے مقامات اعلیٰ کے گواہ ہیں اس کے آپ بڑے صوفی اور صاحب وجد و حال تھے۔ آپ کا بیشتر حصہ عبادات یعنی روزہ نم میں گذرتا تھا۔ عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی سے بھی آپ کو رغبت تھی نظام الدین مح الٰہی کے گرویدہ تھے امیر خسرو نے سات بادشاہوں کا زمانہ دیکھا تھا۔ آپ کو شاہی سے ماہانہ ایک ہزار تنکہ ملتا تھا۔

امیر خسرو کے علاوہ حسن سنجریؒ خلیفہ محبوب الٰہی صدرالدین عالی اور مختار الدین حمیدالدین راجہ مولانا عارف، عبدالحکیم، اور شہاب الدین صدر نشین جیسے شیریں بیاں بھی موجود تھے۔ بقول حضرت اقبال

ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو ۔:۔ وہ رونق انجمن کی ہے نہیں خلوت گزینوں میں

اطباء

طبیبان مسیحا نفس میں مولانا بدرالدین دمشقی کو امتیازی مقام حاصل اپنے فن میں اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ اگر چند جانوروں کا پیشاب برتن میں ملا کر ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو حکیم صاحب فوراً بتا دیتے کہ فلاں فلاں جانور کا پیشاب ہے۔ حکیم صاحب بہت بلند مقام صوفی بھی تھے آہ! بقول علامہ اقبال

اب حجرہ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی ۔:۔ خون دل شیریں ہو جس فقر کی دستاویز

بوجہ عدم گنجائش اس دور کے علماء دین کی فہرست ہم جلد سوم میں شاہان تغلق کے حالات میں پیش کریں گے۔